ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ النساء (آیات 15 تا 18)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ
اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ⑮ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ⑯ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَی اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ
یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓىِٕكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ⑰ وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ
حَتّٰٓی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ⑱﴾

''مسلمانو! تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں اُن پر اپنے لوگوں میں سے چار شخصوں کی شہادت لو۔ اگر وہ (ان کی بدکاری کی) گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت اُن کا کام تمام کر دے یا اللہ اُن کے لیے کوئی اور سبیل پیدا کرے۔ اور جو دو تم میں سے بدکاری کریں تو اُن کو ایذا دو پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نیکوکار ہو جائیں تو اُن کا پیچھا چھوڑ دو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا (اور) مہربان ہے۔ اللہ انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بُری حرکت کر بیٹھتے ہیں، پھر جلد توبہ کر لیتے ہیں پس ایسے لوگوں پر اللہ مہربانی کرتا ہے۔ اور وہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) بُرے کام کرتے رہے یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کی موت آ موجود ہو تو اس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ اُن کی (توبہ قبول ہوتی ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ ایسے لوگوں کے لیے ہم نے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے۔''

مسلمان جب مکّے میں تھے تو وہاں کفار کا غلبہ تھا۔ مدینہ میں ہجرت کر کے آئے تو اسلامی معاشرے کی تشکیل کا آغاز ہوا اور معاشرتی اصلاحات کی طرف توجہ کا موقع ملا۔ اب سماجی مسائل کو حل کرنے کا وقت آ گیا۔ بدکاری کا سدباب کرنے کے لیے احکام نازل ہوئے۔ اگرچہ یہاں ابتدائی اقدام کا ذکر ہو رہا ہے' اس کے بعد الاحزاب' النور اور پھر المائدۃ میں تکمیلی احکام آئے۔ اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت ہے کہ توقیفی ترتیب نزولی ترتیب کے مطابق نہیں۔ مذکورہ چاروں بڑی بڑی سورتوں میں معاشرتی مسائل بڑی تفصیل سے آ گئے ہیں۔ یہاں معاشرے کی بنیادوں کو ہلا دینے والی بُرائی کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

اور تمہاری عورتوں میں سے جو کسی بدکاری کا ارتکاب کریں پس تم اُن پر گواہ لاؤ جو تمہارے اندر کے (یعنی مسلمان) چار افراد ہوں۔ اگر وہ گواہی دیں کہ واقعی اس عورت نے بدکاری کی ہے تو پھر ان عورتوں کو گھروں میں بند کر دو یہاں تک کہ انہیں موت آ جائے یا پھر اللہ تعالیٰ اُن کے لیے کوئی راستہ نکال دے۔ یہ ابتدائی حکم ہے۔ بعد ازاں سورۂ نور کے اندر اس کی سزا مقرر کر دی گئی۔ معلوم ہوتا ہے یہاں ایسی عورتوں کا تذکرہ ہے جو مسلمان تھیں لیکن بدکاری کا معاملہ کسی یہودی یا دوسرے کسی غیر مسلم کے ساتھ ہو گیا ہو۔ اسی لیے آگے فرمایا کہ اگر زنا کے دونوں فریق مرد عورت تم میں سے ہوں یعنی مسلمان ہوں تو پھر ان دونوں کو سزا دو۔ اور اگر وہ دونوں توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو ان کو چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔ زیر بحث مسئلہ میں یہ بالکل ابتدائی احکام ہیں جو بعد ازاں منسوخ ہو گئے اور اس سلسلہ میں سزا تجویز کر دی گئی۔ یہ ویسا ہی معاملہ ہے جیسا کہ اول اول مرنے والے کو وارثوں کے حق میں وصیت کرنے کا حکم تھا' بعد ازاں قانون وراثت کی تفصیلات آ گئیں تو وارثوں کے حق میں وصیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور وارثوں کے حصے مقرر ہو گئے۔ البتہ وراثت کے تہائی حصہ میں وصیت کی اجازت پھر بھی قائم رہی۔

توبہ کے متعلق اب ایک بڑی اہم اور پُر حکمت آیت آ رہی ہے۔ ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے جن سے جہالت اور نادانی میں بُری حرکت سرزد ہو گئی پھر انہوں نے فوراً توبہ کر لی۔ یعنی ایمان تو ہے مگر کسی وقت خارجی اثرات ایسے شدید ہو گئے کہ نفس کے اندر کا ہیجان بے قابو ہو گیا اور گناہ کر بیٹھے لیکن جونہی ہوش آیا اور حواس ٹھکانے آئے تو شدید پچھتاوا ہوا اور سخت ندامت طاری ہوئی۔ ایسا شخص اگر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ البتہ ایسے لوگوں کے لیے توبہ کا کوئی حق نہیں جو بُری حرکتیں کرتے ہیں' حرام خوریاں کرتے ہیں' شب و روز عیش و عشرت میں مگن بے خوفی کی زندگی بسر کرتے ہیں' یہاں تک کہ اُن کی موت کا وقت آ جائے اور کہنے لگیں کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔ اور نہ ہی اُن لوگوں کی توبہ ہے جو مرتے دم تک کفر پر قائم رہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے تو ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فرمانِ نبوی

شہداء سبز گنبد میں

چودھری رحمت اللہ بٹر

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : ((اَلشُّهَدَاءُ عَلٰی بَارِقِ نَهْرٍ بِبَابِ الْجَنَّةِ فِیْ قُبَّةٍ خَضْرَاءَ یَخْرُجُ عَلَیْهِمْ رِزْقُهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا)) (مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہشت کے دروازے پر 'بارق' نامی ایک نہر ہے (راہِ حق کے) شہیدوں (کی ارواح) کو اس کے کنارے پر ایک نہایت سبز رنگ کے گنبد میں ٹھہرایا جاتا ہے' صبح و شام جنت سے انہیں رزق پہنچتا رہتا ہے۔''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

عدل اور قوت

میاں رشید پاکستان کے پہلے چیف جسٹس تھے۔ وزیراعظم لیاقت علی خاں نے ایک سرکاری فنکشن میں پروٹوکول کے مطابق انہیں بھی مدعو کیا۔ جواب میں چیف جسٹس آف پاکستان نے یہ کہہ کر معذرت کرلی ''میں آپ کی یہ دعوت ضرور قبول کرتا لیکن اس وقت حکومت کے خلاف ایک مقدمہ میری عدالت میں زیرِ سماعت ہے لہٰذا میرے لئے آپ کی دعوت قبول کرنا غیر اخلاقی اور عدل کے تقاضوں کے خلاف ہوگا''۔ پھر پاکستان پر وہ وقت بھی آیا کہ اخبارات نے تصویریں شائع کیں کہ وقت کے چیف جسٹس آف پاکستان ہوائی اڈے پر صدر لغاری کا استقبال کررہے تھے۔ جب میاں رشید پاکستان کے چیف جسٹس تھے تو پاکستان دفاعی لحاظ سے انتہائی کمزور تھا۔ فوجیوں کے پاس جنگ عظیم کی بچی کھچی بندوقیں اور رائفلیں تھیں لیکن پھر بھی پاکستان کے وزیراعظم میں اتنی جان اور غیرت تھی کہ اس نے ہندوستان کے خلاف تاریخی مکہ لہرایا۔ بچوں کی کاپیوں اور کتابوں میں اس مکہ لہراتی تصویر کو شائع کیا گیا جس سے نوجوانوں کے حوصلے بڑھتے گئے لیکن ہندوستان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ آج ہماری ایئر فورس کے پاس F-16 اور میراج طیارے ہیں۔ ہماری بری فوج کے پاس دنیا کے بہترین ٹینک الخالد اور ضرار ہیں۔ ہماری بحریہ کیل کانٹے سے لیس ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم دنیا کی ساتویں اور واحد اسلامی ایٹمی قوت ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم تھر تھر کانپ رہے ہیں۔ اعتماد سازی کے نام پر بھارت کے گھٹنے پکڑ رہے ہیں۔ CBM کی اصطلاح خاص طور پر ہمارے لئے گھڑی گئی ہے۔ ہمارا حال یہ ہو چکا ہے کہ مختاراں مائی یورپ اور امریکہ کا نام لے کر ہمیں ڈراتی ہے۔ ہماری انتظامیہ اس کے ناز نخرے اٹھا رہی ہے۔ وہ وزیراعظم کو اپنی زیارت کا موقع فراہم کرتی ہے تو وزیراعظم اس کے شکر گزار ہوتے ہیں۔ ''نظریہ ضرورت'' کی ماری ہوئی ہماری عدلیہ اس کے دشمنوں کو رہا کرنے کی جرأت کرتی ہے تو حکومت پنجاب پی ایم او کے تحت انہیں نظر بند کردیتی ہے تاکہ انہیں رہا کرنے پر مختاراں مائی کا موڈ آف نہ ہوجائے۔

ساری قوم کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ کیوں ہوگئی ہے ہماری یہ حالت؟ مغربی جمہوریت پر اندھا دھند ایمان رکھنے والے اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں مارشل لاؤں نے اداروں کو غیر مستحکم بلکہ تباہ و برباد کردیا ہے۔ فوج کو حکومت کرنے کا چسکہ پڑ گیا ہے۔ وہ سرحدوں کی حفاظت کی بجائے محلاتی سازشوں میں الجھ کر رہ گئی ہے۔ عدلیہ خاص طور پر متاثر ہوئی ہے' جہاں نظریہ ضرورت کا اب مکمل راج ہے۔ جب اقتدار کے ناجائز قابضین اپنے ناجائز قبضہ کو جائز قرار دلانے کے لئے عدلیہ میں ایسے اشخاص کی تقرری کریں گے جو Might is right کے قائل ہوں گے تو عدل اٹھ جائے گا اور جس ملک میں عدل نہیں ہوگا وہ ظاہراً کتنا ہی مضبوط نظر آئے وہ اس طرح کھوکھلا ہوجائے گا جیسے دیمک زدہ لکڑی جو ایک ٹھوکر کی مار ہوتی ہے۔ ہم جزوی طور پر اس تشخیص کو درست مانتے ہیں۔ مغرب اور امریکہ میں عدالتیں جس آزادی سے کام کرتی ہیں اس سے عام آدمی کو حکومت اور معاشرے کے طاقتور عناصر کے مقابلے میں تحفظ ملتا ہے۔ عدلیہ بعض اوقات حکومت کو ناک رگڑنے پر اور تھوکا چاٹنے پر مجبور کردیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ادارہ اور ہر محکمہ پوری طرح الرٹ ہوکر اپنے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ اس سب کچھ کے باوجود ہم ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان کرتے ہیں کہ مغرب اور امریکہ میں عدل کا تصور محدود اور ادھورا ہے۔ وہاں عدل کو آئین کے شکنجے میں سختی سے کس دیا گیا ہے۔ منصف آئین کے دائرے میں فیصلہ دینے کا پابند ہے چاہے اسے یہ محسوس ہو کہ آئین کی قید قیامِ عدل کے راستے کی رکاوٹ بن رہی ہے' یہی وجہ ہے کہ وہاں سرمایہ دارانہ نظام کو مکمل تحفظ حاصل ہے۔ ایک بہت بڑا نقص اور کمی یہ ہے کہ عدل کے مقابلے میں اپنے اور بیگانے میں فرق کیا جاتا ہے۔ اپنے ملزموں ہی کو نہیں مجرموں کو بھی بڑی مراعات اور سہولتیں حاصل ہیں اور غیروں کے لئے گوانتاناموبے میں پنجرے ہیں۔ اور ان پنجروں میں بھی جسم میں چھید کردینے والی زنجیروں سے باندھا جاتا ہے لیکن کسی جج کا ضمیر نہیں جاگتا۔ کوئی عدالت اپنے تئیں نوٹس نہیں لیتی۔ اپنوں سے عدل اور دوسروں سے ظلم کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ملک اندرونی طور پر تو محفوظ اور مضبوط ہوتا ہے لیکن بیرونِ ملک ان کے خلاف شدید نفرت اور انتقام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ بش اپنے دوسرے عہد کے لئے بڑے مارجن سے جیتا ہے لیکن 57 مسلم ممالک کے علاوہ ایشیا اور افریقہ کے اکثر ممالک میں ایک امریکی آزادی سے بازار میں گھوم بھی نہیں سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ عدالتی نظام کو کل نظام سے الگ کرنا ممکن نہیں ہے۔ اسلام کا تو مرکزی نکتہ (catch word) ہی عدل ہے۔ لہٰذا اسلام اگر کہیں بطور نظام نافذ ہوگا تو عدل اجتماعی ہی اس کی بنیاد بنے گا اور وہ ذات پات' مذہب' نسل' مقامی غیر مقامی کی تفریق سے بالاتر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ (باقی صفحہ 7 پر)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

جلد		شمارہ
14	30 جون تا 6 جولائی 2005ء 22 تا 28 جمادی الاوّل 1426ھ	23

بانی: **اقتدار احمد مرحوم**

مدیر مسئول: **حافظ عاکف سعید**

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔ 54000
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ 54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے
☆.☆.☆
''ادارہ'' کا تمام مضمون نگار حضرات کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

سید قاسم محمود

بالِ جبریل کے پانچ اشعار

میری نوائے شوق سے شور حریمِ ذات میں — غلغلہ ہائے الاماں بت کدۂ صفات میں
حُور و فرشتہ ہیں اسیر میرے تخیلات میں — میری نگاہ سے خلل تیری تجلّیات میں
گرچہ ہے میری جستجو دَیر و حرم کی نقشبند — میری فغاں سے رستخیز کعبہ و سومنات میں
گاہ مری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود! — گاہ اُلجھ کے رہ گئی میرے توہّمات میں
تُو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا — میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں!

پانچ اشعار پر مشتمل اقبال کی یہ غزل اُن کے دوسرے مجموعۂ کلام "بالِ جبریل" کے حصہ اول کی غزلیات کا آغاز ہے۔ "بالِ جبریل" کو خود اقبال نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حصہ اول بیشتر مسلسل غزلوں پر مشتمل ہے، جن کو بعض نقادوں نے مقفّیٰ نظموں سے بھی تعبیر کیا ہے۔ دوسرا حصہ رباعیات و قطعات سے تعلق رکھتا ہے۔ تیسرا حصہ عموماً طویل نظموں پر مشتمل ہے۔ تاہم اِس مجموعے میں جو ترتیب پیشِ نظر رکھی گئی ہے اُسی حساب سے اشعار کی تشریح بھی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ زیرِ نظر مسلسل غزل کے پانچ اشعار کی تشریح بھی اِسی حوالے سے کی جا رہی ہے۔

1۔ پہلے شعر میں خالقِ کائنات کی ذات و صفات کی بحث ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ عشقِ حقیقی کی بنیاد پر میری شاعری نے ذاتِ باری تعالیٰ کی بارگاہ میں شور پیدا کر دیا ہے، اور میرے نغموں سے صفاتِ الٰہی کے بُت خانے سے پناہ بخدا کے غلغلے بلند ہونے لگے ہیں۔ مطلب یہ کہ میں ذاتِ باری تعالیٰ کا عاشق ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اصلیت تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ صرف اُس کے آخری رسول ﷺ کو معراج کی شب اُس کی ذات کی قربت حاصل ہوئی۔ لیکن میں نے جوشِ عشق میں آہ و فریاد شروع کی تو وہ اتنی پُرسوز اور درد انگیز تھی کہ ذاتِ باری تعالیٰ تک پہنچی۔ اُس کی خاص بارگاہ میں ایک شور بپا ہو گیا، اور اُس کی صفات کے بُت کدے سے تو الامان والحفیظ کی صدائیں اٹھنے لگیں۔

اسلوبِ بیان کے اعتبار سے اِس شعر میں دو لفظ خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ ایک حریم اور دوسرا بُت کدہ۔ حرم اُس مقام کو کہتے ہیں، جس میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہ ہو۔ یقیناً حق تعالیٰ کی ذات تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا اُس کے اندرونی اور باطنی اسرار اور بھیدوں کے لیے، جس میں ذاتِ باری تعالیٰ مخفی ہے، "حریم" کا لفظ نہایت موزوں ہے۔ انسان نے باری تعالیٰ کی ذات کا تصوّر قائم کرنے کے لیے اپنے ذہن میں چند صفات مقرر کیں، جن کو اسمائے حُسنیٰ (اللہ تعالیٰ کے 99 نام) بھی کہا جاتا ہے۔ مثلاً ذاتِ پاک علیم ہے، سمیع ہے، رحیم ہے، رحمان ہے، کریم ہے، قہار ہے، جبار ہے، وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا بھید جاننے کے لیے اقبال کے عشقِ حقیقی نے ان صفات کا بہت تصوّر کیا، ایک ایک صفت کا تجزیہ کیا، لیکن چونکہ یہ محض صفات ہیں اور ذات سے باہر ہیں، صفات غیرِ ذات ہیں، لیکن صفات کے بارے میں اقبال نے "بُت کدے" کا لفظ استعمال کیا۔ سچا عاشق ذات کو بے حجاب دیکھنا چاہتا ہے:

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ، لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں، مری جبینِ نیاز میں!

وہ محض صفات کے تصوّر پر قناعت نہیں کر سکتا۔ اُسے حضوری کے امکان و عدمِ امکان سے بھی کوئی بحث نہیں ہوتی۔ وہ چاہتا ہے کہ ذات کو بے حجاب دیکھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی تمنا کی تھی، لیکن تجلّی برداشت نہ ہو سکی۔ اقبال بھی دیدارِ ذات کا تمنائی ہے، لیکن جب دیدار نہ ہو تو شاعری میں فریاد تو کی جا سکتی ہے۔ شعر کے اسلوبِ بیان پر غور کیجیے۔ فرماتے ہیں کہ میری عاشقانہ صداؤں سے حریمِ ذات میں تو شور بپا ہوا۔ صفات کے بُت کدے سے پناہ بخدا کی صدائیں اٹھنے لگیں، اس لیے بھی کہ عاشقِ ذات کی فریاد صفات کے تصوّرات سے آگے بڑھنا چاہتی ہے، اس لیے بھی کہ یہ فریاد صفات کے بُت توڑے بغیر ذات تک نہیں پہنچ سکتی۔

2۔ دوسرا شعر پہلے شعر کے خیال کا تسلسل ہے۔ میرے عشق کی والہانہ صدائیں جب اللہ تعالیٰ کی ذات کے حرم میں تلاطم پیدا کر سکتی ہیں، تو حُور اور فرشتے لاکھ غیر مادی سہی، یہ بھی میرے تخیل کے اسیر ہیں۔ میں اِن کی اصلیت کا ادراک کر سکتا ہوں۔ میری بے باک نگاہی نے تو اے والا صفات! تیری تجلیوں (حُور اور فرشتے وغیرہ) میں بھی خلل پیدا کر کے رکھ دیا ہے۔

3۔ اے باری تعالیٰ! اگرچہ تیری ذات کا بھید پانے کے لیے میں نے بُت خانے اور کعبے تعمیر کیے اور جگہ جگہ مختلف قسم کی عبادت گاہیں، مندر اور گرجا بنائے، لیکن اِن عبادت گاہوں میں تیرا کوئی نشان نہ مل سکا تو میں نے اپنی شاعری سے، اپنی آہ و فریاد سے کعبے اور بت خانے میں، ہر عبادت گاہ میں قیامت برپا کر دی۔

اقبال یہاں دراصل یہ نکتہ بیان کر رہے ہیں کہ ذاتِ باری تعالیٰ محض عبادت گاہوں تک محدود نہیں ہے۔ اُس کا وجود تو ہر جگہ اور ہر مقام پر ہے۔ اُسے دیکھنے کے لیے تو دیدۂ بینا کی ضرورت ہے۔

4۔ کبھی تو میری تیز نگاہ، میری قوتِ ادراک اور میرے شعور نے وجود کی اصل حقیقت کو صاف صاف دیکھا، اور کبھی میری دانائی اور میرا شعور وجودِ حقیقی اور اُس کے مظاہر و موجودات کے بارے میں فلسفیانہ تصوّرات اور توہمات کی اُلجھنوں میں مبتلا ہو گیا۔

5۔ یہ شعر بظاہر سیدھا سادہ نظر آتا ہے، لیکن اِتنا سادہ بھی نہیں کہ اس کی گہرائی تک آسانی سے پہنچا جا سکے۔ اقبال کے شارحین نے اِس شعر کو مختلف زاویوں سے دیکھا پرکھا ہے۔ مولانا غلام رسول مہر نے اس کی شرح میں صرف اتنا لکھا ہے: "اشعار کے عام مطالب واضح کر دیئے گئے، لیکن اِن سے حقیقی لذت اندوزی ذوقی و وجدانی چیز ہے۔ محض تشریح پر موقوف نہیں۔ اسرار زیدی صاحب لکھتے ہیں: "میرے نزدیک یہ شعر عظمتِ آدم علیہ السلام سے زوالِ آدم علیہ السلام تک جو داستان ہے، اقبال نے بڑے خوبصورت انداز میں اس کا احاطہ کیا ہے۔ کہاں آدم مسجودِ ملائک تھا اور کہاں اسے ایک معمولی سی غلطی کی پاداش میں زمین پر پھینک دیا گیا۔ انسان ہی تو کائنات کے سینے میں اصل راز تھا، اے اللہ تعالیٰ تُو نے ہبوطِ آدم کے ذریعے اُسے بھی فاش کر دیا"۔

قوموں کی زندگی اور موت کا الٰہی قانون

بحوالہ سورۃ الفجر

مسجد دار السلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے 10 جون 2005ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

ہم نے سورۃ الاعلیٰ سے اخیر پارہ تک سورتوں کے سلسلہ وار مطالعہ کا آغاز کیا تھا۔ اور آج ہم سورۃ الفجر کے کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ قرآن مجید کے اس حصے کی اکثر و بیشتر سورتیں مکی ہیں جو بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوئیں۔ ان سورتوں میں جھنجوڑنے اور خواب غفلت سے بیدار کرنے کا انداز ہے کہ کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ دنیا میں بس وقت گزارنے آئے ہو اور یہاں بس بہتر سے بہتر آسائش حاصل کرنی ہے؟ جیسے سورۃ المومنون کے آخر میں فرمایا: ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ''کیا تم نے سمجھا ہے کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور یہ کہ تمہیں ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا؟''

آخرت کا تصور نہ ہو تو یہ زندگی بے مقصد ہے۔ اس لیے کہ ہر انسان کے اندر خیر اور شر کی تمیز موجود ہے چاہے مسلم ہو چاہے غیر مسلم ہو۔ خیر کا جذبہ کہتا ہے کہ کسی کو دھوکہ دینا درست نہیں ہے' غلط بیانی درست نہیں ہے' کسی کی مدد کرنا کار خیر ہے' کسی کا مال ناجائز طور پر غصب کرنا غلط ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ سب کچھ کر رہا ہے تو دنیا میں نتائج اس جذبۂ خیر و شر کے مطابق نہیں نکلتے۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ ظلم کرتے ہیں وہ پھلتے پھولتے ہیں' ان کی عزت کی جاتی ہے۔ جو دوسروں کا خون نچوڑ کر دولت جمع کریں لوگ انہی کے آگے بچھتے ہیں' انہی کو سلام کرتے ہیں۔ اس لیے آخرت کا دن رکھا گیا تاکہ ہر شخص کو اس کے اچھے یا برے عمل کا پورا پورا بدلہ مل سکے۔ اگر آخرت کا تصور نہ ہو تو پھر یہ دنیا بے مقصد ہے۔ چونکہ دنیا میں تو زیادتی کرنے والوں کی پکڑ نہیں ہوتی' بلکہ وہ پھلتے پھولتے ہیں' لہٰذا انہیں اگر پکڑا نہ جائے تو پھر یہ سب کچھ بے مقصد ہے۔ اس اعتبار سے یہ دنیا نامکمل و ناقص ہے۔ اس لیے فرمایا: کیا تم نے سمجھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کارِ عبث کرے گا!

اسی حوالے سے مکی سورتوں میں جھنجوڑا جاتا ہے کہ ایک دن آئے گا جب حساب ہوگا۔ یہی اصل حقیقت ہے۔ اور جب یہ نظر انداز ہوتی ہے تو مسلمان ہوتے ہوئے بھی انسان ظلم اور زیادتی کے راستے پر چلتا رہتا ہے۔ اس لیے کہ آخرت کا احساس جاتا رہا۔ ایسے لوگ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہم مسلمانوں کے گھر پیدا ہو گئے ہیں اس لیے جنت ہمارا حق ہے' چاہے کچھ بھی کرتے پھریں۔ دراصل ایسے شخص کو قرآن کا اصل پیغام نہیں پہنچا۔ وہ نہ قرآن کو پڑھنا چاہتا ہے نہ سننا چاہتا ہے۔ خطبہ جمعہ کا اصل مقصد یہی ہے کہ انسان کو اس کی اصل حقیقت بتائی جائے' اسے آخرت کی یاد دلائی جائے' اور اسے باور کرایا جائے کہ اللہ نے کس مقصد کے لیے اسے دنیا میں بھیجا۔ یہ قرآن ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے شریعت میں خطبہ جمعہ کا اہتمام کیا گیا تاکہ قرآن کے ذریعے سے ان حقائق کی طرف توجہ دلائی جائے۔

اب ہم سورۃ الفجر کا مطالعہ شروع کرتے ہیں:

﴿وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝﴾۔ ابتدائی چار آیات میں اللہ کی طرف سے چار قسمیں کھائی گئی ہیں۔ ایک بات سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کی قسم کھاتے ہیں تو اس کے حوالے سے گواہی دینا مقصود ہوتا ہے۔ جیسے ﴿وَالْعَصْرِ ۝﴾ ''زمانے کی قسم ہے''۔ زمانے میں کوئی تقدس کا پہلو تلاش کرنا ضروری نہیں ہے' بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ یہ زمانہ اس بات پر گواہ ہے' یعنی زمانہ اس حقیقت کا سب سے بڑا شاہد ہے جو آگے بیان ہو رہی ہے۔ اسی طرح اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے چار گواہیاں پیش کی ہیں' اگرچہ ان کا جو مفہوم ہے اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔

﴿وَالْفَجْرِ ۝﴾ ''قسم ہے فجر کی''۔ اور اس سے مراد سب کے نزدیک فجر کا وقت ہے۔ لیکن کون سی فجر کی طرف اشارہ ہے؟ اس میں ذرا اختلاف ہے۔ وقت فجر کی طرف یا جب رات اپنا بستر لپیٹتی ہے اور سپیدۂ سحر نمودار ہوتا ہے؟ ﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝﴾ ''اور گواہ ہیں دس راتیں''۔ یہ کون سی راتیں ہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ ﴿وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝﴾ ''قسم ہے جفت کی اور طاق کی''۔ شفع جفت (even) کو اور وتر طاق (odd) کو کہتے ہیں۔ ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝﴾ ''اور قسم ہے رات کی جب وہ رخصت ہونے لگے''۔ اس میں ایک رائے تو حضرت شاہ صاحبؒ کی ہے کہ یہاں فجر سے مراد عید قربان کی فجر ہے۔ اسی طرح دس راتوں سے مراد قمری مہینے کی ابتدائی دس راتیں ہیں۔ ان راتوں میں کیفیت یہ ہوتی ہے کہ شروع میں چاند کی روشنی ہوتی ہے' لیکن رات کے نصف آخر میں بالکل تاریکی ہوتی ہے۔ ایک ہی رات میں دو متضاد کیفیات ہیں۔ آخری دس راتوں کو لیں تو اس میں چاند دیر سے طلوع ہوتا ہے' شروع میں تاریکی ہوتی ہے اور رات کا آخری حصہ روشن ہوتا ہے۔ یہ جو تضاد ہے کہ کبھی روشنی کبھی تاریکی' یہ مل کر کسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

﴿هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝﴾ ''اس کے اندر بڑی قسم اور بڑی گواہی ہے ان لوگوں کے لیے جو صاحب فہم و فکر ہیں''۔ ان کے لیے ان قسموں میں اشارہ ہے جو عقل کا استعمال کرتے ہیں۔ وہ اشارہ کیا ہے؟ اس سورۃ کا بقیہ مضمون سامنے رکھنے سے یہ اشارہ واضح ہو جاتا ہے کہ انسان پر کبھی تنگی اور کبھی آسانی آتی ہے۔ دنیا میں انسان پر مختلف کیفیات آتی رہتی ہیں۔ یہ سمجھنا کہ مجھ پر ایک ہی کیفیت رہے گی' اللہ تعالیٰ کی حکمت تخلیق کو نہ سمجھنے کے مترادف ہے۔ تہذیبوں کا معاملہ بھی یہی ہوتا ہے کہ پہلے عروج ہے' پھر زوال ہے۔ افراد کی زندگیوں میں بھی کبھی خوشی ہے' کبھی غمی ہے' کبھی حالات اچھے ہیں' کبھی ناموافق ہیں۔ یہ کیفیات زندگی کا ایک مستقل حصہ ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت کارفرما ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝﴾ ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے قومِ عاد کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا؟'' اب تہذیبوں کا ذکر شروع ہو رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد قومِ عاد کی تہذیب و تمدن کا بڑا چرچا تھا' جن کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ اُس وقت عاد کا طوطی بولتا تھا۔ لیکن ایک وقت آیا کہ جب انہوں نے پیغمبر کی تکذیب کی اور آسمانی ہدایت کا انکار کیا تو تمہارے رب نے ان کے ساتھ عبرت ناک معاملہ کیا۔

﴿اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝﴾ ''وہ ارم کہ جو

ستونوں والے تھے"۔ ان میں کوئی شخصیت ارم کے نام سے گزری ہے اور اس سے بھی یہ قوم پہچانی جاتی تھی۔ ﴿الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ﴾ "وہ قوم اور نسل ایسی تھی کہ اس جیسی اللہ تعالیٰ نے اور نہیں پیدا کی دوسرے ملکوں میں"۔ اپنے وقت کی وہ ایک بے نظیر تہذیب تھی۔

ستونوں کے تذکرے کے حوالے سے دو آراء آتی ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ وہ بڑی بڑی بلند و بالا عمارتیں بناتے تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ خود بہت قد آور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو غیر معمولی قد و قامت عطا کیا تھا۔ ان کے بارے میں قرآن مجید میں اور بھی اشارات ملتے ہیں کہ جب ان پر عذاب آیا تو یہ ایسے پڑے ہوئے تھے ﴿کَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ﴾ (الحاقة) "جیسے کھجور کے بکھرے ہوئے تنے پڑے ہوں"۔ اس میں بھی ان کے قد و قامت کی طرف اشارہ ہے۔ وہ سرکشی پر اتر آئے اور اپنے وقت کے فرعون بن گئے۔ انہوں نے خود کو خدا سمجھنا شروع کر دیا۔ دنیا میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا: ﴿سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ﴾۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر ذکر ہے کہ قومِ عاد کیسے تباہ ہوئی۔ مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن ان پر ایسی تیز آندھی چلی کہ اس میں پتھر بھی تھے۔ اس کے نتیجے میں ایک ذی نفس بھی زندہ نہیں بچا' پوری قوم نسیاً منسیاً کر دی گئی۔ انفرادی طور پر کتنے مضبوط لوگ اور اجتماعی طور پر کتنی بڑی تہذیب تھی' لیکن جب اللہ کا فیصلہ آیا تو اس کے آگے ان کی ایک نہ چلی۔

﴿وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ﴾ "اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے تراشا پتھروں کو وادی میں"۔ عاد کے بعد دوسری تہذیب جو اس روئے ارضی پر آئی ہے وہ قوم ثمود ہے' اسے عادِ ثانیہ بھی کہتے ہیں۔ ان کی طرف اللہ کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ ان کا خاص معاملہ یہ تھا کہ پہاڑوں کو تراش کر ان کے اندر گھر بناتے تھے۔ یہ بھی بہت بڑی تہذیب تھی۔ فرمایا کیا تم نے غور کیا تمہارے رب نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ جب اللہ کا فیصلہ آیا تو ساری تہذیب ایک طرف رہ گئی اور ایسی چیخ اور زلزلہ آیا کہ سب وہیں ختم ہو گئے۔

﴿وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ﴾ "اور فرعون کے ساتھ کیا معاملہ کیا جو میخوں والا تھا"۔ یعنی اس کی بڑی Standing Armies تھیں' بڑا لاؤ لشکر تھا۔ اس نے ﴿اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی﴾ کا دعویٰ کیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزات دکھائے تو ان کو بھی نہیں مانا۔ وہ کہتا تھا کہ ساری قوت اس کے پاس ہے۔ اُس وقت تو بظاہر یہی نظر آتا تھا۔ لیکن تم نے غور کیا کہ تمہارے رب نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ اس کی تفصیلات قرآن مجید میں اور جگہوں پر ہیں کہ اللہ نے فرعون اور اس کے لشکر کو سمندر میں کس طرح غرق کیا اور پوری دنیا کے لیے عبرت بنا دیا' جبکہ اسی سمندر میں سے بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام آسانی سے گزر گئے۔ لیکن یہ کرنے والا کون تھا؟ یہ اللہ کا فیصلہ تھا!

ان کے ساتھ یہ سلوک کیوں ہوا؟ ﴿الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ﴾ "انہوں نے ملکوں میں طغیانی اور سرکشی مچائی"۔ وہ سیاہ و سفید کے مالک بن گئے تھے' خدائی کے مدعی بن گئے تھے۔ فرعون نے تو زبان سے بھی کہہ دیا تھا' لیکن جس کے پاس بھی کچھ طاقت آتی ہے وہ خود کو خدا ہی سمجھتا ہے۔ یہ تو اقوام کا معاملہ ہے' انفرادی طور پر بھی آپ جائزہ لیجیے' کوئی شخص گھر کے اندر فرعون بنا بیٹھا ہے' کوئی اپنے محلے میں فرعون بنا بیٹھا ہے۔ فرعونیت اور شیطنت تو ہر شخص کے اندر ہے۔ نفس کیا ہے؟ "نفس ما ہم کمتر از فرعون نیست"۔

بہر حال جب سرکشی حد سے بڑھ جائے تو اللہ تعالیٰ کی اپنی ایک سنت ہے۔ ﴿فَاَکْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ۝ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّکَ سَوْطَ عَذَابٍ﴾ "انہوں نے زمین میں بہت زیادہ فساد مچایا تو پھر ان کی پیٹھ پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا برسایا"۔ اور آج وہ تاریخ کا حصہ ہے۔ ﴿اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ "بلاشبہ تمہارا ربّ گھات لگائے ہوئے ہے"۔ اس نے انہیں قصہ پارینہ بنا دیا۔ ایک وقت میں کل کائنات کے مالک گویا وہی تھے' لیکن آج وہ کہاں ہیں؟ یہ اللہ کی سنت ہے کہ اتمام حجت کے بعد انکار کرنے والوں کو عذاب ہلاکت کے ذریعے ختم کر دیا جاتا ہے۔

اگلے مضمون کو سمجھنے کے لیے چند بنیادی باتوں کا اعادہ ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار الامتحان بنایا اور دار الجزاء آخرت ہے۔ یہاں مہلت دے دی گئی ہر شخص کو بھی اور ہر قوم کو بھی۔ امتحان یہ ہے کہ یہاں آنے والے حالات میں کوئی انسان یا قوم کیا روش اختیار کرتی ہے ﴿اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا﴾ (الدھر) جو کچھ بھی وہ کریں گے اس کا نتیجہ آخرت میں نکلے گا۔ لیکن افراد کے معاملے میں بھی کبھی مکافاتِ عمل اس دنیا میں بھی سامنے آتا ہے۔ خاص طور پر جب کوئی شخص کسی پر ظلم و زیادتی کرے تو اللہ تعالیٰ کبھی کبھی ایسے افراد کو نشانِ عبرت بنا دیتا ہے۔ جبکہ نافرمان قوموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ ان کی پیٹھ پر عذاب کا ایک کوڑا دنیا میں بھی برستا ہے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو جائے۔ اس کی مثالیں بھی سامنے آتی رہتی ہیں۔ ورنہ یہ دنیا اصلاً دار الجزاء نہیں ہے' یہ دار العمل اور دار الامتحان ہے۔ اصل جزاء و سزا آخرت میں ہوگی۔

البتہ مسلمان قوم کے ساتھ اللہ کا ایک خاص معاملہ ہے۔ مسلمان دنیا میں اگر اللہ' رسول' کتاب اور اس کے دین کے ساتھ وفاداری اور خلوص و اخلاص کا معاملہ کریں تو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی انہیں سربلندی اور فراوانی عطا کرے گا' از روئے الفاظ قرآنی: ﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ (آل عمران) اور انہیں اقتدار اور غلبہ عطا کرے گا۔ لیکن اگر مسلمان قوم بحیثیت مجموعی اللہ کے دین سے بے وفائی کرے تو ایک عذاب کا سایہ اسی دنیا میں ان کے اوپر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ وہ ذلت اور مسکنت کا عذاب ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا: ((اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ)) "اللہ تعالیٰ اس قرآن کی بدولت کئی قوموں کو عروج اور سربلندی عطا کرے گا اور اس کو چھوڑنے کی پاداش میں کچھ دوسری قوموں کو ذلیل و رسوا کر دے گا"۔ اصل میں تو ہر فرد کا حساب آخرت میں ہونا ہے' لیکن پوری قوم کو نافرمانی کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

اسی طرح غیر مسلم اقوام کو دنیا میں چھوٹ زیادہ ملتی ہے۔ لیکن جب وہ فتنہ و فساد کی آخری انتہا تک پہنچ جائیں تو اللہ تعالیٰ اہل حق کے ذریعے شر کی قوتوں کا قلع قمع کر دیتا ہے۔ یہ بھی اس کی سنت ہے۔ فرمایا: ﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ ......﴾ (البقرة:251) "اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے ذریعے بعض کو دفع نہ کرتا رہتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا ......" اسی طریقے سے یہ تمام تہذیبیں قوم عاد و ثمود' آلِ فرعون اور قوم لوط وغیرہ تباہ ہوئی ہیں۔ اس کے بعد بھی اللہ کے عذاب کی جھلکیاں نظر آتی رہی ہیں۔ دنیا کی تاریخ کا آخری حصہ جس سے ہم گزر رہے ہیں' اس میں شیطانی قوتیں بھی کلائمکس پر پہنچ جائیں گی اور ان کا فتنہ و فساد بھی انتہا درجے کو پہنچ جائے گا اور یہ کسی ایک خطے تک محدود نہیں رہے گا بلکہ گلوبل ہوگا۔ لیکن متذکرہ بالا آیات میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ان کا بھی ایک end ہے۔ جب فساد کی انتہا ہو جائے تو پھر اللہ کی طرف سے عذاب کا کوڑا آتا ہے۔ یہ کیفیت ہمیشہ نہیں رہے گی۔

اللہ تعالیٰ کا اپنا ضابطہ ہے جو بالکل صاف نظر آ رہا ہے۔ مسلمان قوم نے اللہ اور اس کے دین سے بے وفائی کی ہے' لہٰذا سزا تو ملنی ہے۔ اور یہ امت وہ ہے جس کے پاس اللہ کی کتاب محفوظ ہے' لیکن اپنے معاملات میں اسے اس کتاب سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اسے اٹھا کر پیٹھ کے پیچھے پھینکا ہوا ہے کہ ہم اپنے معاملات خود چلائیں گے' فیصلے خود کریں گے' وہ معاشرتی و معاشی معاملات ہوں' انفرادی یا اجتماعی معاملات ہوں۔ ہم نے کتاب اللہ کو موم کی ناک بنا لیا ہے' بقول علامہ اقبال ؎ "خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں!" جن لوگوں نے دین کی الف ب تک کا مطالعہ نہیں کیا وہ آج کل قرآن کی آیات کی تاویلات کر رہے

ہیں‘ لہٰذا سزا تو ملنی ہے۔ وہ دینِ حق جس کے ہم گن گاتے ہیں‘ عادلانہ ومنصفانہ نظام‘ جس میں انسانوں کو اپنے حقوق بہترین شکل میں ملتے ہیں‘ ہم نے خود طے کرلیا کہ ہم خود اس سے محروم رہیں گے‘ اس دین کو اپنے ہاں نافذ نہیں کریں گے۔ یہ دین سے غداری نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کی سزا ہے جو ہمیں مل رہی ہے —— لیکن ان شاء اللہ وقت بدلے گا ؎

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا!

آج بھی اگر ہم یہ ایمان حاصل کرلیں کہ دنیا کی کسی طاقت کی کوئی حیثیت نہیں ہے‘ قوت واختیار کا اصل مالک وہ ہے تو اللہ کا وعدہ ہے کہ تم ہی غالب ہو گے اگر تم نے ایمان کے تقاضے پورے کیے۔

قومِ عاد کے بارے میں لگتا تھا کہ اس تہذیب پر تو کبھی زوال آئے گا ہی نہیں۔ قومِ ثمود اور آلِ فرعون کے ساتھ کیا ہوا؟ اس میں تمہارے لیے عبرت نہیں ہے؟ اب تم سمجھے بیٹھے ہو کہ امریکہ ہی داتا ہے! اس کے آگے سجدہ ریز ہونے میں مصلحت وحکمت ہے۔ تم نے اس کو رب مان لیا! لیکن ہمارا ایمان ہے کہ حالات بدلیں گے اور بالآخر اہلِ حق کی اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے۔ اسلام کا خورشید پورے کرۂ ارض پر طلوع ہوگا۔

اُس وقت کے آنے سے پہلے جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں ان میں ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہمارا رول کیا ہو۔ کیونکہ دنیا میں جو حالات ہوتے جا رہے ہیں‘ جو انتشار‘ بدامنی‘ قحط وزلزلے ہیں ان کے پیچھے انسان کے اعمال کا دخل ہوتا ہے۔ جیسے قرآن میں ہے: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (الروم: 41) ’’بر وبحر میں فساد رونما ہو گیا ہے لوگوں کے کرتوتوں کے باعث‘‘۔

اس سلسلے میں سنن ابن ماجہ (کتاب الفتن‘ باب العقوبات) کی ایک آنکھیں کھول دینے والی حدیث مبارکہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے: ((يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ)) مہاجرین سے خطاب فرماتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ پانچ گناہ ایسے ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا ہو گئے —— اور ساتھ ہی حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم اس کے اندر مبتلا ہو —— لیکن اگر کہیں مبتلا ہو گئے تو کیا ہوگا؟

فرمایا: ((لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا)) جب کسی قوم کے اندر بے حیائی کا کھلم کھلا ارتکاب ہونے لگے تو پھر ان میں طاعون اور وہ نئی نئی بیماریاں پھیل جاتی ہیں کہ جن کا انہوں نے نام بھی نہیں سنا ہوتا۔ جن کا ذکر اسلاف میں اور سابقہ کتابوں میں نہیں ملتا۔ ((وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ)) اور اگر ناپ تول میں کمی ہونے لگے‘ ملاوٹ وغیرہ تو وہاں پر اللہ تعالیٰ قحط کے ذریعے اس قوم کو پکڑتا ہے۔ ((وَشِدَّةِ الْمَئُونَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ)) اور اللہ تعالیٰ انہیں انتہائی سخت حالات سے دوچار کر دیتا ہے اور جابر سلطان کو ان پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔

ایک دعا میں بھی الفاظ ہیں: ((وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا)) (سنن الترمذی) کہ پروردگار! ہم پر ایسے جابر وظالم حکمران نہ مسلط کر دیجیو جو ہم پر رحم نہ کریں۔ جو انصاف سے کام نہ کریں۔ یہ اُس وقت ہوتا ہے جب کسی قوم کے اندر کرپشن آ جائے۔ اس حدیث کو پڑھیں اور اپنے گریبانوں میں جھانکیں‘ اور اس کے حوالے سے اپنی قومی زندگی کا جائزہ لیں۔

آگے فرمایا: ((وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا)) جب کوئی قوم اپنے اموال کی زکوٰۃ دینا چھوڑ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کو روک لیتا ہے۔ یعنی اس صورت میں خشک سالی کا عذاب آتا ہے۔ اور اگر جانور اور چوپاؤں کا خیال نہ ہو تو اللہ تعالیٰ بارش بالکل ہی نہ برسائے۔ ان کی وجہ سے تمہیں بھی کچھ نہ کچھ حصہ مل جاتا ہے۔

((وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللَّهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَخَذُوا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ)) اور اگر کوئی قوم اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس قوم پر بیرونی دشمن مسلط کر دیتا ہے جو ان سے سب کچھ چھین لیتا ہے۔ عہد شکنی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مسلمان قوم شریعت کو نافذ نہ کرے۔ خاص طور پر پاکستان کے مسلمانوں نے ایک عہد شکنی کی ہے کہ اللہ سے وعدہ کیا تھا: اے پروردگار! اگر تو ہمیں ایک الگ خطہ زمین عطا فرما دے تو ہم وہاں حقیقی اسلام نافذ اور قائم کریں گے‘ ایک نمونے کی فلاحی اور اسلامی ریاست قائم کر کے دنیا کو دکھائیں گے کہ یہ ہے اصل اسلام! اس عہد کے توڑنے کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر دشمن کو مسلط کر دیا ہے۔ ان چیزوں سے اللہ کے رسول ﷺ نے چودہ سو سال پہلے خبردار کیا تھا۔

اس آئینے میں ہم اپنی تصویر دیکھیں۔ فرمایا: ((وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ)) اور اگر مسلمان حکمران اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہ کریں اور اس کی اتاری ہوئی شریعت کو اختیار نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین جنگ ڈال دے گا۔ اس کی بے شمار شکلیں ہیں۔ وہ فرقہ وارانہ ہوں‘ علاقائی ہوں یا لسانی عصبیتیں ہوں۔ ان جھگڑوں میں آج ہم پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ اللہ کی شریعت کو نافذ نہ کرنے کی سزا ہے۔ اپنے اعمال کے نتائج ہم دنیا میں بھی بھگت رہے ہیں اور اصل پکڑ تو اللہ کے ہاں ابھی ہونی ہے۔

سورۃ البقرۃ میں یہ تنبیہہ موجود ہے کہ اگر دین کے حصے بخرے کیے تو دنیا میں بھی رسوائی مقدر بنے گی اور آخرت میں بھی شدید ترین عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یعنی کچھ باتوں پر عمل ہے اور کچھ کے بارے میں طے کر لیا کہ ان پر تو عمل ہو ہی نہیں سکتا۔ حضور ﷺ نے جو سماجی نظام عطا کیا تھا اُس کے بارے میں یہ سوچ کہ وہ اُس دور کے لیے تھا‘ اب ممکن نہیں ہے‘ یا یہ کہ سود کے بغیر گزارا نہیں ہے تو فرمایا کہ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ دنیا میں انہیں ذلیل ورسوا کر دیا جائے۔ حضور ﷺ نے اس ذلت و رسوائی کی پانچ شکلیں بیان فرما دی ہیں۔ لیکن یہ اصل سزا نہیں ہے‘ بلکہ ارشاد ہے: ﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَى أَشَدِّ الْعَذَابِ﴾ (البقرۃ: 75) اور قیامت کے دن ایسے لوگوں کو سخت ترین عذاب میں جھونک دیا جائے گا۔

ہمیں آگاہ کیا گیا ہے کہ ان حالات کو دیکھ کر اپنا جائزہ لو۔ اگر آخرت کو‘ اللہ کو‘ اس کے رسول اور اس کی کتاب کو مانتے ہو تو اپنا قبلہ درست کرو۔ دنیا میں بھی اللہ کی رحمت شاملِ حال ہوگی اور اُخروی کامیابی بھی اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ (نوٹ: سورۃ الفجر کی 14 آیات مکمل ہوئیں۔ ان شاء اللہ آئندہ جمعہ اگلی آیات کا بیان ہوگا۔)

(مرتب: فرقان دانش خان)

بقیہ: اداریہ

محمد بن قاسم جب ہندسندھ میں اسلام بطور نظام نافذ کرتا ہے تو اسے دیوتا بنا لیتے اور پوجتے ہیں حالانکہ وہ غیر مذہب سے تعلق رکھنے والا ایک غیر ملکی تھا۔ درحقیقت عدل صرف اس وقت ممکن ہے جب اپنے اور بیگانے میں کوئی فرق نہ رہے۔ وہ یہ نہ مانے کہ کون کیا ہے بلکہ صرف یہ دیکھے کہ حق وسچ کیا ہے۔ ایسی ہی عدلیہ عدلیہ کہلانے کی حق دار ہے۔ چرچل کی اس بات میں یقیناً وزن ہے کہ جس ملک کی عدالتیں انصاف کر رہی ہوں تو اسے کوئی فتح نہیں کر سکتا۔ ہم اس میں یہ اضافہ کرتے ہیں کہ یہ انصاف اگر اپنوں اور بیگانوں میں کوئی تفریق نہ کر رہا ہو تو اس قوم سے کوئی نفرت نہیں کر سکتا۔

سید جمال الدین افغانی

لیکن ہندوستان میں اس وقت محمد اعظم کے سابق وزیراعظم کی ذات سیاسی حیثیت رکھتی تھی اور حکومت برطانیہ نے جو ابھی 1857ء کے ہنگامہ کے بعد کچھ کچھ سنبھل رہی تھی، شیخ کے قیام کو خلافِ مصلحت سمجھا۔ ایک مہینہ تک شیخ بحالت نظر بندی احکام سرکار کی نگرانی میں ہندوستان میں رہے اور بالآخر برطانوی جہاز سے سویز بھیج دیئے گئے اور اس طرح اتحاد اسلام کی سخت ترین مخالف حکومت ہی نے اتحاد اسلامی کے داعی اعظم کو ان وسیع میدانوں کی طرف بھیجا جہاں شیخ کو تمام عمر برطانوی سیاست کے دشمن کی حیثیت سے کام کرنا تھا۔

مصر میں اس دفعہ شیخ کا قیام صرف 40 دن رہا اور ان کا یہ مختصر زمانہ علماء اور طلبائے ازہر کی صحبتوں میں گذرا۔ اسی مختصر زمانہ میں ان کی فضیلت کا پہلا نقش فراعین کی سرزمین پر قائم ہوا۔

براؤن، شیخ محمد عبدہٗ کے حوالہ سے کہتا ہے کہ شیخ غالباً بخارا سے مصر آئے تھے، لیکن اس بیان کی کوئی تصدیق نہیں ہوتی اور سلسلہ واقعات سے جو پیش نظر ہیں، یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان سے مصر گئے۔ اسی مختصر قیام کے زمانہ میں ازہر میں شیخ نے صرف ونحو پر چند لیکچر دیئے، لیکن ابھی اسلامی ممالک میں سیاست کا صرف ونحو ان کی زبان پر نہ آیا تھا۔ ازہر ہی کا صرف ونحو اُن کے سیاسی صرف ونحو کا آغاز تھا۔ وہ اگر کچھ زیادہ مصر میں ٹھہر سکتے تو اس کا موقع آتا لیکن ہندوستان کے 1857ء سے ڈری ہوئی برطانوی حکومت کو مصر میں ان کا ٹھہرنا گوارا نہ تھا اور بالآخر مصر سے بھی ان کو روانہ ہونا پڑا۔ دوران قیام مصر میں وہ ترکی قوم پرستوں کی تحریک سے آشنا ہو چکے تھے اور اپنے لیے سلطنت عثمانیہ کا میدان انہوں نے تجویز کر لیا تھا۔ چنانچہ بقول صاحب ''تاریخ بیداری ایرانیاں'' ''پس از مسافرت حجاز وشرف بمکہ معظمہ فتح عزلیمت و مجملاً بسوئے اسلامبول حرکت نمود۔'' وہ اب سفر حجاز سے زیادہ اہم اور بڑا حج کرنے والے تھے جس کے لیے عثمانی قوم پرستوں نے میدان تیار کرنا شروع کر دیا تھا۔

1870ء میں جب شیخ قسطنطنیہ پہنچے، سلاطین اور خودمختار تاجداروں کی استبدادیت کا تحمل بار آور ہونے لگا اور جبر کی قوت نے حریت کا ایک نیا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ جمہوریت کے داعی، مدحت پاشا، علی پاشا، فواد پاشا میدان عمل میں آ چکے تھے۔ رشید پاشا کی تحریک پر ایک ''خط ہمایونی'' کا اجراء ہو گیا تھا جس میں رعایا کے خاص خاص اصولی حقوق کا اعتراف بھی کر لیا گیا تھا۔ شیخ کے ترکی جانے سے دو سال پہلے مدحت پاشا کونسل کے صدر بنائے جا چکے تھے اور بظاہر ایک جدید دستور اساسی کا نفاذ کیا جا رہا تھا۔ عین اس زمانہ میں جبکہ یہ ابتدائی اور عارضی انقلاب، ملت عثمانی کو بیدار کر رہا تھا، شیخ نے پہلی دفعہ آل عثمان کی اس سرزمین پر قدم رکھا جس کی خاک میں ان کے جسد خاکی کو چھ سال کی ایک ہنگامہ خیز زندگی کے بعد مل جانا تھا۔ ان کی سیاسی زندگی کا آغاز بلاشبہ قسطنطنیہ ہی سے ہوا اور 22 سال بعد وہیں ختم ہوا۔

قسطنطنیہ پہنچے ہوئے چند ہی روز ہوئے تھے کہ شیخ کو عالی پاشا صدر اعظم سے ملنے کا موقع ملا اور پہلی ہی ملاقات میں بقول صاحب ''تاریخ بیداری ایرانیاں'' ''بقوت جاذبہ فضیلت وبیان چناں صدر اعظم را بسوئے خود جذب نمود کہ مافوق تصوری شود۔'' شیخ کی اسی قوت جاذبہ نے بہت جلد عثمانی قوم کے عامۃ الناس، وزراء، اعیان، امراء واشراف کو اپنی طرف کھینچ لیا اور انجمن معارف کی صحبتوں میں اپنی ذکاوت و ذہانت کا ایک کبھی نہ مٹنے والا نقش ثبت کر دیا، لیکن سیاسی عمل کے اس ابتدائی دور میں شیخ کی زندگی کا زیادہ نمایاں پہلو یہ تھا کہ انہوں نے پہلی دفعہ جبہ وعمامہ کی استبدادیت کی قوت کا احساس کیا اور ان کی پہلی ٹکر اسی جماعت سے ہوئی جس کے ذریعہ سے ان کو آئندہ مصر اور ایران میں بہت کام لینا تھا۔ انیسویں صدی کے کوتاہ نظر علماء کی قدامت پسندی کے دو ہی بڑے مندر تھے۔ ایک ایران میں اور ایک ترکی میں جہاں مجتہد اور شیخ الاسلام خدا کے اختیارات کے حصہ دار اور بادشاہ کی قوت کے سرچشمہ بنے ہوئے تھے۔ شیخ نے مذہب کا ایک وسیع فلسفہ بیان کرنا شروع کیا جو ''حاملین شریعت حقہ'' کے کانوں پر بہت گراں تھا۔ وہ اس بدعت کو اپنی حکومت کے خلاف بغاوت اور اپنی قوت کے لیے ایک خطرہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ دو چار ہی لیکچروں کے بعد شیخ الاسلام کی صحبتوں میں شیخ کے فلسفہ پر تلخ وترش تبصرہ شروع ہونے لگا۔

اس لیے کہ شیخ اسلام کی جماعت کو یہ دیکھنا گوارا نہ تھا کہ شیخ کا علم وفضل اس جماعت کے حلقہ بگوش کو کسی دوسری طرف کھینچ لے جائے۔ سلطان عبدالعزیز کا یہ آخری زمانہ تھا۔ خواجہ تحسین آفندی جو جامعہ قسطنطنیہ کے صدر تھے، شیخ سلمان بلخی جو باختر سے آ کر قسطنطنیہ میں مقیم ہوئے تھے اور اپنے علم وفضل کی وجہ سے مرجع خلائق ہو گئے تھے اور منیف پاشا وزیر تعلیمات ان سب اشخاص کا شیخ کی جانب رجوع ہو جانا شیخ الاسلام کی استبدادیت اور مطلقیت پر ایک شدید ضرب تھی۔ آخر کار جب شیخ ایک دن مسجد فاتح سلطان محمد میں تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور ''مثنوی مولانا روم'' کے حسب ذیل اشعار کی تفسیر فرمائی کہ:

علم حق در علم صوفی گم شود
ایں سخن کے باور مردم شود
علم صوفی حادث و حق از قدیم
ایں چساں در فہم آید اے سلیم

تو جو آگ سلگ رہی تھی وہ بھڑک اٹھی۔ شیخ نے اپنی تقریر کا ذکر ''ردّ علی الدہریین'' میں کیا ہے۔ حاجی یونس وہبی نے جو اس وقت قسطنطنیہ کے مشہور علماء میں سے تھے اور اس مجلس میں موجود تھے، شیخ کی تقریر پر اعتراضات کیے اور حسن فہمی آفندی شیخ الاسلام نے ان اعتراضات کو سلطان تک پہنچایا اور یہ سمجھایا کہ شیخ کا انداز بیان شہنشاہیت اور مطلقیت کے بہت خلاف تھا اور ایسا تھا کہ جس سے عامۃ الناس کے جذبات بھڑکنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ بقول ''اخبار وطن'' (قسطنطنیہ) یونس آفندی نے بعد میں شیخ کے خلاف اپنی اس سازش کا اعتراف کیا ہے اور وہ اپنے اس فعل سے تائب بھی ہوا مگر شیخ الاسلام نے بالآخر شیخ کو قسطنطنیہ سے نکلوا چھوڑا۔ صاحب ''تاریخ بیداری ایرانیاں'' اس مجلس اور شیخ کی اس تقریر کا ذکر بہت دلچسپ الفاظ میں کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:

''چوں روز موعود در رسید، جمعیتے بے حساب از اعیان و اشراف وعلما ووزراو سایر طبقات در دارالفنون اجتماع یافتند۔ پس سید بلائے ممبر آمد و شروع بتکلم نمود۔ وخطابہ را چناں بہ فصاحت و بلاغت بہ آخرت رسانید کہ مردم رامات ومبہوت بہ آں سحر بیاں نمود۔ روسائے اہل علم را بعضے از آراء سید در ترویج صناعت و معارف خوش نیامد و مطلب را بہ شیخ الاسلام رسانیدند۔ مشارٌ الیہ را نظر بکدورت سابقہ فرصت وراہ بہانہ بدست آمد تبعید سید را از سلطان استدعا نمود۔ وپس از باب عالی چنیں حکم صادر گردید کہ برائے اسکات فتنہ ورفع غائلہ سید چند ماہ از اسلامبول مہاجرت اختیار کند۔''

اس تقریر میں جو پہلی دفعہ شیخ اور قدامت پسند علماء کے درمیان باعث اختلاف ہوئی، شیخ نے ایک مثال دی تھی کہ گویا نظام عالم ایک زندہ جسم ہے اور اس کے مختلف اعضاء اس کے پیشے اور صنعتیں ہیں۔ بادشاہ دماغ ہے، لوہار اور مستری ہاتھ ہیں، زمیندار جگر ہے وغیرہ وغیرہ اور قوم کے

اس جسم میں روح یا تو پیغمبر ہے یا فلسفہ مگر پیغمبری خدا کی ودیعت ہے اور فلسفہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مخالفین نے شیخ کی گفتگو کے یہ معنی پیدا کیے تھے کہ گویا شیخ نبوت کی توہین کرتے ہیں اور اس کو فلسفہ کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں اور نہ سمجھنے والوں کو یہ بیان بمنزلہ کفر بتایا گیا۔ جیسا کہ مذہبی قدامت پسندوں کا دستور ہے' اس کفر کی عام تشہیر کی گئی اور جہلا میں شیخ کے خلافت سخت جوش پیدا کرا دیا گیا۔ غرض کہ شیخ کی پہلی آواز دعوت نے ان کو پہلے امتحان میں ڈال دیا اور وہ قدامت پسندوں کا ایک تلخ مگر عبرت آموز تجربہ لے کر قسطنطنیہ سے روانہ ہوئے مگر ان کو ہدایت اور تبلیغ کا آسان راستہ مل گیا اور انہوں نے غالباً یہ سمجھ لیا کہ ان ہی علماء کی اصلاح اور ان کے مفاسد کی بیخ کنی میں ملت اسلامی کی فلاح مضمر ہے۔

براؤن کہتا ہے کہ جب شیخ پہلی دفعہ شیخ الاسلام سے ملنے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ مخلوق کا ایک ہجوم شیخ الاسلام کے حضور میں بحالت رکوع جمع ہے' لیکن شیخ سیدھے بڑھے چلے گئے اور شیخ الاسلام کے پہلو میں جا بیٹھے۔ شیخ الاسلام جمال الدین کی اس جسارت کو کبھی نہ بھول سکے اور فتویٰ کفر کا حربہ آخر کار کچھ عرصہ کے لیے کارگر ہوا۔ شیخ باوجود ان حملوں کے ہمت نہ ہارے تھے اور انہوں نے قسطنطنیہ سے روانہ ہونے سے پہلے عالی پاشا سے تحریک کی کہ شیخ الاسلام کے اور ان کے درمیان ایک عام مجلس میں مناظرہ کرایا جائے مگر شیخ الاسلام کے عہدہ کا وقار ایک گمنام شیخ کا حریف نہ بنایا جا سکتا تھا اور بالآخر شیخ حج کا ارادہ کر کے روانہ ہو گئے' لیکن اب وہ اپنی زندگی کی اس منزل میں تھے جہاں زندگی کا حج اکبر ان کو کرنا تھا۔ اسی حج اکبر کا خیال ان کو قسطنطنیہ سے پھر ایک دفعہ مصر لایا۔ 22 مارچ 1871ء کو مصر پہنچے اور آتے ہی اپنے نصب العین کی تکمیل میں مصروف ہو گئے۔ شیخ کی زندگی کے اس دور نے ان کی شخصیت کو ایک بین الاقوامی شخصیت بنا دیا۔ اسی نقطہ سے انگلستان اور یورپ کے خلاف ان کی سیاسی زندگی شروع ہوتی ہے۔

مصر میں اس وقت یہ حال تھا کہ خدیو اسمٰعیل کی بداعمالیوں اور بدمستیوں نے برطانوی ''دخل'' کی بنیادیں مضبوط کر دی تھیں۔ خدیو کی انتہائی فضول خرچیوں نے عام رعایا اور فلاحین کو سخت قحط کی بلا میں گرفتار کر دیا تھا۔ یورپ کے ساہوکار اور حصہ دار اپنے سود اور منافع کا شدید تقاضا کر رہے تھے۔ سلطنت کا دیوالیہ نکل چکا تھا اور اسمٰعیل اپنے عہد کے چند آخری سال بہت بدنامی اور رسوائی کے ساتھ گذار رہا تھا۔ مصر کی آزادیوں کے خاتمہ کا وقت تھا۔ جب شیخ نے پہلی دفعہ اس سرزمین پر احیائے ملت کا علم بلند کیا' ہندوستان وافغانستان میں وہ انگریزی تدبر کا تجربہ حاصل کر چکے تھے اور اپنے قلب کے تاثرات کو اب بلند آہنگی کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرنے کا انہوں نے عزم کر لیا تھا۔

مصر میں شیخ کے فضل و کمال نے بہت جلد ریاض پاشا وزیر اعظم کو متاثر کیا اور ان ہی کے اصرار پر شیخ نے کچھ عرصہ مصر میں قیام کا ارادہ کر کے طلباء اور علمائے ازہر کی صحبتوں میں اپنا کام شروع کر دیا۔

تقریباً آٹھ سال شیخ نے دیار مصر میں اس طرح گزارے کہ وہ اہل علم و سیاست کا مرجع ہو گئے تھے۔ نہ صرف علمی حلقوں میں ان کے افکار عالیہ ادب و احترام سے سنے جاتے تھے' نہ صرف مذہبی صحبتوں میں ان کے اجتہادات واجب التعظیم تصور کیے جاتے تھے بلکہ سیاسی جماعتیں بھی اپنے مسائل کو شیخ ہی کے مصلے کی طرف لاتی تھیں' حتیٰ کہ شیخ کی شخصیت کے بڑھتے ہوئے وزن کو انگریزوں نے محسوس کیا اور وہ سمجھنے لگے کہ شیخ مصر میں انگریزی اثر کے خلاف ایک انقلاب عظیم پیدا کرنا چاہتے تھے۔ شیخ نے قوم پرستوں کی ایک منظم سیاسی انجمن قائم کر لی تھی جس میں تقریباً تین سو اہل فکر ونظر شریک ہو چکے تھے۔ اس تنظیم میں بلاشبہ انگریز اپنے منصوبوں کی خرابی مضمر پاتے تھے۔

اس انجمن کے اثرات نے ملک میں عامۃ الناس کے خیالات اور زبان کا رنگ ہی بدل ڈالا۔ کوئی دن خالی نہ جاتا تھا کہ مصر کے بازاروں میں انگریزی ''دخل'' کے خلاف مضامین اور اشتہارات شائع نہ ہوتے ہوں۔ شیخ محمد عبدہٗ سعد زاغلول پاشا' عبداللہ نعیم بے' حسان بے اور ایسے کتنے ہی مصری وطن پرست شیخ کے حلقہ ارادات میں سرگرم عمل ہو گئے۔ ازہر میں جو قدامت پسندی کا ایک بڑا مرکز تھا' شیخ کے خطبات کا ایک ایک لفظ ان کے احباب اور شاگرد قلمبند کر لیتے تھے۔ ''جمعیت ماسونیہ'' نے جو مصر کی ایک بااثر جماعت تھی' شیخ کو اپنا صدر بنا لیا اور ملکی اخبارات نے شیخ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ایک نئی آواز میں اور ایک نئے لہجہ میں آزادی کا گیت گانا شروع کیا۔ غرض کہ مصر کی قومی زندگی میں شیخ نے جس عظیم الشان انقلاب کی بنیاد رکھی' اس کے تین پہلو بہت نمایاں تھے۔

(1) اول یہ کہ انہوں نے مذہبی خیالات' عقائد اور توہمات میں اپنے اجتہادات سے تغیر پیدا کر دیا۔ حتیٰ کہ فلسفہ جدید کے بعض اجزاء کو اپنی تعلیمات کا جزو بنا لیا اور سائنس جدیدہ کے انکشافات اور مسلمات کی کسوٹی پر مذہبی عقائد کو جانچنے لگے۔ یہ ''بدعت'' قدامت پسندوں کی سخت مخالفت کے باوجود قلوب پر اپنے نقوش پیدا کرنے لگی۔ درحقیقت شیخ نے پھر ایک دفعہ آزاد سیاست کا ٹوٹا ہوا رشتہ مذہب کے کارفرماؤں کے ساتھ جوڑ دیا اور مصر کی سیاست کا یہی سبق انہوں نے ایران کو پڑھایا جہاں مجتہدین کا شدید ترین قدامت پسند طبقہ ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کرنے والا ثابت ہوا۔ یہ فیض بڑی حد تک شیخ ہی کی ان تعلیمات کا تھا' جن کا آغاز مصر سے ہوا۔ انہوں نے علماء کی دماغی فضا بالکل بدل دی۔

(2) شیخ نے پہلی دفعہ مصر میں قوم پرست اخبار نویس پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کی اور ملکی اخبارات کی آواز میں وہ قوت پیدا کر دی جو اس سے پہلے کسی اسلامی ملک کو میسر نہ تھی۔ ایران کے دور انقلاب سے پہلے اور بعد وہاں قومی اور آزاد اخبار نویس کا جو ہنگامہ پیدا ہوا' وہ یقیناً مصری اخبار نویسی کی آواز بازگشت تھی۔

(3) شیخ کی جدوجہد کا تیسرا نمایاں پہلو یہ تھا کہ فلاحین اور غریب رعایا کے حقوق کی حفاظت' شہنشاہیت کے جبر و استبداد اور غیر ملکی تسلط کے خلاف انہوں نے قومی جذبات کو اس درجہ مشتعل کر دیا کہ ان کی ڈالی ہوئی چنگاری آج پچاس ساٹھ برس بعد بھی سلگ رہی ہے اور نہر سویز کا تمام پانی اور برطانوی دخل کی تمام قوت اس کو ٹھنڈا نہ کر سکی ہے۔

(جاری ہے)

❁❁ ضرورت رشتہ ❁❁

☆ فرانس میں رہائش پذیر 21 سالہ لڑکی کے لیے' جو کہ وہاں BTS کی تعلیم حاصل کر رہی ہے' دینی مزاج کے حامل گریجوایٹ لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔ آرائیں خاندان کو ترجیح دی جائے گی۔ رابطہ محمد اقبال (فرانس)

(+0033)02-37545925

☆ بیٹی سپیشلسٹ ڈاکٹر' پنجابی اسپیکنگ فیملی' پابند دین کے لیے 33 سے 37 سال تک تعلیم یافتہ پابند دین دراز قد لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رابطہ: لاہور

موبائل: 0333-4543369 یا 042-5411397

☆ 19 سالہ لڑکی B.Com' ICS (تھرڈ ائیر) میں زیر تعلیم کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ' برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

والدین درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

فون: 042-7440003 یا 0300-4746490

☆ کینیڈین امیگرنیٹ' سول انجینئر کے لیے آرائیں برادری سے' ڈاکٹر اور اسلامی شعائر کی پابند' خوبصورت' دراز قد' دوشیزہ کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: صبح سے 11 بجے دوپہر تک

فون: 0333-4309772

☆ لڑکا الیکٹریکل انجینئر UET' حافظ قرآن' ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازم' عمر 25 سال' قد 6 فٹ 1 انچ صرف سیدسنی نجیب الطرفین ہم پلہ رشتہ چاہیے۔

رابطہ: ڈاکٹر حافظ اظہر حسین رضوی

فون نمبر: 042-7418218

پاکستان کے اربابِ حل وعقد خصوصاً ایم ایم اے کے قائدین توجہ فرمائیں

پاکستان کی نظریاتی اساس کو مستحکم کرنے کا واحد طریقہ

یہ ہے کہ اس حقیقت کا ادراک واعتراف کرلیا جائے کہ پاکستان کی بقا اور استحکام اور ملک میں قومی یکجہتی کی بحالی دوسرے تمام عوامل سے بڑھ کر اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے قیام اور شریعتِ اسلامی کے نفاذ پر منحصر ہے

اور بحمداللہ دستورِ پاکستان میں اس کی بنیاد بھی پڑ چکی ہے!

تاہم دستور کی اسلامی دفعات کے پوری طرح مؤثر ہونے کی راہ میں چند چور دروازے حائل ہیں جن کی بنا پر ہمارا دستور ''منافقت کا پلندہ'' بن کر رہ گیا ہے' چنانچہ

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ دستور میں ترمیم کے ذریعے

۱) قراردادِ مقاصد (دفعہ۲۔الف) کو پورے دستور پر حاوی قرار دیا جائے!

۲) دفعہ ۲۲۷ کو دفعہ۲۔ب کی حیثیت سے قراردادِ مقاصد سے ملحق کر دیا جائے اور اسلامی نظریاتی کونسل کو ختم کر دیا جائے!

۳) البتہ فیڈرل شریعت کورٹ کو زیادہ مستحکم کیا جائے' اور اس کے لیے: (i) اس کے دائرہ کار پر عائد جملہ تحدیدات کو ختم کر دیا جائے! (ii) اس کے کئی بنچ تشکیل دیے جائیں اور اس مقصد کے لیے موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل میں شامل جید علماء کرام کی خدمات حاصل کی جائیں! (iii) اس کے جج صاحبان کی شرائط ملازمت اور مراعات ہائی کورٹ کے ججوں کے مساوی کی جائیں!

تاکہ اسلامی نظام کے قیام اور شریعت کے نفاذ کا عمل ہموار اور تدریجی طور پر آگے بڑھ سکے

واضح رہے کہ اس وقت پاکستان کے وجود کو جو داخلی اور خارجی خطرات وخدشات لاحق ہیں ان کے لیے ہمیں اللہ کی مدد کی شدید ضرورت ہے۔
اوران شاءاللہ العزیز پاکستان کے عوام کی انفرادی ''توبہ'' کے ساتھ ساتھ جس کے لیے تحریک خلافت پاکستان اور تنظیم اسلامی کوشاں ہیں

اس دستوری اور آئینی ''توبہ''

کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت لازماً ہمارے شامل حال ہو جائے گی۔ اور بھارت کے ساتھ تعلقات کی بحالی اور دوستی اور محبت پاکستان کے وجود کے لیے کوئی خطرہ نہیں رہے گی' بلکہ ان شاءاللہ کشمیر کے مسئلے کے بھی مناسب حل کی راہ ہموار ہو جائے گی۔ اس امر کی urgency کے پیشِ نظر اس مقصد کے لیے ایک دستوری ترمیم کا بل بھی پیش خدمت ہے تاکہ پاکستان کے قانون ساز اداروں میں شامل کوئی جماعت یا کوئی دردمند فرد اسے لے کر کھڑا ہو جائے اور بقیہ سب لوگوں کو اللہ اس کی تائید کی توفیق عطا فرمادے اور اس طرح ملت اسلامیہ پاکستان پر سے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے مانند عذابِ الٰہی کے بادل چھٹ جائیں!

داعی الی الخیر' اور
خادم اسلام و پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمد

بانی تنظیم اسلامی' اور
داعیٔ تحریک خلافت پاکستان

36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور' (فون: 03-5869501-5834249)

N.A. BILL NO. 18 OF 2005

A Bill further to amend the constitution of Islamic Republic of Pakistan.

Whereas Islam has been declared to be the State Religion of Pakistan and it is obligatory for all Muslims to regulate and order their lives in accordance with the injunctions of the Holy Qur'an and Sunnah.

And Whereas in order to achieve the aforesaid objective and goal, it is expedient further to amend the Constitution of Islamic Republic of Pakistan, 1973 (hereinafter referred to as the Constitution). Now therefore, it is hereby enacted as following:-

1. **Short Title and Commencement:-**
   (1) This act may be called the Constitution (Eighteenth Amendment) Act, 2005.
   (2) It shall come into force at once.
2. **Addition of the following words in Article 2-A :-** It will take precedence over all the provisions of the CONSTITUTION.
3. **Addition of New Article 2B in the Constitution:-** After Article 2A, the following new Article 2B shall be added in the Constitution, namely:-
   "2(B) (1) All existing laws shall be brought in conformity with the injunctions of Islam as laid down in the Holy Qur'an and Sunnah and no Law shall be enacted which is repugnant to such injunctions.
   (2) Nothing contained in any Article of the Constitution shall affect the personal law, religious freedom and customs of non-Muslims.
   (3) The provisions of this Article shall have effect and shall be operative and self executory."
4. **Article 227 of the Constitution with Explanation and clauses (2) and (3) shall be omitted.**
5. **Amendment of Article 203-B:-** In the Constitution in clause "C" of the Article 203-B, after the words "force of law" all the words up to the last word "and" shall be substituted by the following, namely:-
   "shall include the Constitution, Muslim personal law and also any law relating to the procedure of any court or tribunal and any fiscal law or any law relating to the levy and collection of taxes and fee or banking insurance practice and procedure."
6. **Amendment of Article 303-C:-** In the Constitution after clause (3A) of Article 203-C, the following clause (3B) shall be added, namely.-
   "(3B) The Ulema judges shall be entitled to the same remuneration, allowances pension and privileges as are admissible to a permanent judge of a High Court."
7. **Amendments of Article 203-F:-**
   Amendment No. 1:- In the Constitution, in Article 203-F, sub-clause (b) of clause (3) shall be substituted by the following, namely.-
   "Two Ulema shall be appointed by the President as permanent Judges of the Supreme Court from amongst the Ulema judges of the Federal Shariah Court or from out of panel of Ulema to be drawn up by the President in consultation with the Chief Justice. The Ulema judges shall be entitled to the same remuneration, allowances pension and privileges as are admissible to a judge of the Supreme Court."
   Amendment No. 2:- In the Constitution, in Article 203-F sub-clause (4) and sub-clause (6) shall be omitted.
8. In the Constitution Article 230 and Article 231 shall be omitted.

من جانب: تحریک خلافت پاکستان' خلافت بلڈنگ' 3/17 دوسن پورہ لاہور فون: 7601060' فیکس: 7970729

قرآن کی بے حرمتی!

قرآن کے جیالو
قرآن کو سنبھالو
بے حرمتی پہ اس کی
ہوش وخرد سنبھالو
یہ وقت بہت ہے نازک
نزاکت کو اس کی جانو

آؤ تمہیں بتاؤں
بے حرمتی قرآں کی
ہے کون کون کرتا
قرآں کو پیٹھ پیچھے
ہے کس نے آج پھینکا!!
مسلم کہ غیر مسلم؟
یہ جانچنا ہے مشکل!

لیکن ذرا تو سوچو
قرآن کو تو کھولو
قرآن ہی سے پوچھو
جو مسلماں ہے بنتا
پھر سود لیتا دیتا
اور شوق سے ہے کھاتا
بے حرمتی اصل میں
قرآں کی وہ ہے کرتا!!!

عریانی وفحاشی
کو جو فروغ دیتا
روشن خیالی کا پھر
جامہ اُسے اُڑھاتا
قرآن کی ''نہی'' کی
پرواہ جسے نہیں ہے
قرآن کے ''امر'' کی
جس کو قدر نہیں ہے
خود کو بدلنا؟ توبہ!
قرآں کو ہے بدلتا
قرآں کے ہر حکم کی
تضحیک جو ہے کرتا

بے حرمتی قرآں کی
ہے وہ اصل میں کرتا!

بے حرمتی زبانی
بے حرمتی حقیقی
ہے اُس میں کیا تفاوت؟
خود سوچ لو عقل سے
وہ تو ہیں غیر مسلم
کیا اُن سے شکوہ کرنا!
حمام یہ ہے ایسا
جس میں ہیں سب ہی ننگے
قول وعمل ہمارا
ہے کل کا کل خسارا

منہ سے قرآن والے
باطن میں سب کے شیطاں
جب خود ہی ہم نے پھینکا
قرآں کے ہر حکم کو
تو دوسروں کی حرکت
پہ کیوں ہوں' ہائی پارہ!!!
سوچو ذرا عقل سے
بے حرمتی قرآں کی
سب مل کے کر رہے ہیں
کوئی متن کے اندر
کوئی عمل سے اپنے
کوئی بدل کے معنی
تحریف کر رہا ہے
قرآن کا تقدس
مجروح کر رہا ہے
گر آ گیا سمجھ میں
احساں خدا کا جانو
کڑوی ہے یہ حقیقت
پر تم بُرا نہ مانو!

(بنت

یہ اشتہار روزنامہ نوائے وقت (لاہور)' روزنامہ خبریں (لاہور' راولپنڈی' اسلام آباد) نے چار کالمی اخباری اشتہار کی صورت میں رضا کارانہ طور پر شائع کیا۔

پس منظر

o امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیوں کیا؟ اس کے اصل عزائم کیا ہیں؟
o سقوط قندھار میں شمالی اتحاد کا کردار کس درجے بھیانک اور مکروہ تھا؟
o شمالی اتحاد کی صفوں میں کون لوگ شامل تھے؟ o امریکہ شمالی اتحاد کے تعاون کو کس نگاہ سے دیکھتا تھا؟
o عرب مجاہدین اور طالبان کا اصل تابناک رول کون سا تھا؟

پردہ اٹھنے کی منتظر تھی نگاہ!

عرب مجاہدین اور طالبان پر امریکہ و شمالی اتحاد کے فوجیوں کے ظلم و ستم کی روح فرسا تفصیلات اور مجاہدین کے ایمان افروز کردار کی نقاب کشائی پر مشتمل چشم کشا داستان' جس میں مذکورہ بالا اہم سوالات کا واضح جواب بھی موجود ہے' شمالی اتحاد کے ایک سابق فوجی مومند خان کی زبانی جسے بعد میں اللہ نے توبہ کی توفیق نصیب فرمائی

(بشکریہ: نوائے وقت سنڈے میگزین' اشاعت 8 مئی 2005)

مرتب: ارشاد احمد ارشد

طالبان کے سقوط کے بعد افغانستان میں قتل عام کا ایک لامتناہی اور خوفناک سلسلہ شروع ہوا۔ آتشیں اور الیکٹرانک بھٹیوں میں زندہ انسانوں کو جلا کر راکھ کر دینے والا طریقہ ہٹلر نے ایجاد کیا۔ ہم میں وہ لوگ جو یہودیوں کے قریب ہیں اور اسرائیل کے دورے بھی کر چکے ہیں' انہوں نے الیکٹرانک بھٹیوں میں زندہ انسانوں کو جلا دینے کی باتیں یہودیوں سے سن رکھی تھیں۔ ہمارے یہ ساتھی چاہتے تھے کہ عرب مجاہدین' طالبان اور ان کے حمایتی پشتونوں کو ایسی ہی بھٹیوں میں جلا کر راکھ کر دیا جائے۔ ان کا خیال تھا کہ رائفلوں' گنوں سے عرب مجاہدین اور طالبان کو ہلاک کرنا وقت اور ایمونیشن کا ضیاع ہے۔ اگر دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے تو اس سے قتل عام کی رفتار بھی تیز ہو گی اور قتل ہونے والوں کا نام و نشان بھی نہیں رہے گا لیکن مسئلہ یہ تھا کہ افغانستان میں ایسی آتشیں اور الیکٹرانک بھٹیاں کہاں سے لائی جائیں؟

امریکیوں نے ہمیں اس کا ایک سیدھا سادہ حل سمجھایا۔ وہ یہ تھا کہ 50 افراد کی گنجائش والے کنٹینرز میں 400' 500 افراد کو محبوس کر کے تپتے' جلتے صحرا اور آگ برسانے والے سورج کی دھوپ میں کھڑا کر دیا جائے۔ جب ہم نے ایسا کیا تو اس کے نتائج خاطر خواہ اور انتہائی حوصلہ افزا تھے۔ کنٹینرز کو دھوپ میں کھڑا کر کے زندہ انسانوں کو مارنے کا یہ طریقہ بھٹیوں میں انسانوں کو جلائے جانے کے مقابلے میں زیادہ دلچسپ تھا۔ وہ اس طرح کہ بھٹیوں میں تو انسان لمحوں میں آگ میں جل کر راکھ ہو جاتے تھے لیکن کنٹینروں میں قید لوگ ماہی بے آب اور مرغ بسمل کی طرح تڑپتے...... جب اوپر سے سورج آگ برساتا اور نیچے سے صحرا کی ریت شعلے اگلتی تو لوہے کا کنٹینر جہنم بن جاتا۔ کنٹینرز میں محبوس قیدیوں کے چیخنے' تڑپنے' سسکنے' آہ و بکا کرنے' سر آہنی چادروں سے مارنے' قرآنی آیات کا ورد کرنے اور لرزا دینے والی آواز میں مناجات کرنے کی آوازیں آج بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہیں۔

قارئین کرام! یہ روح فرسا واقعات ہمیں شمالی اتحاد کے ایک سابق فوجی مومند خان نے سنائے۔ وہ بتا رہے تھے...... کہ کہنے کی حد تک میں مسلمان ہوں' مسلمان ماں باپ کے گھر میں' میں نے جنم لیا لیکن ایمان کے تقاضوں اور اس کی لذت و حرارت و حلاوت سے میں کبھی آشنا نہ تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ایمان کیا ہے' حق و باطل' سچ اور جھوٹ' ہدایت اور گمراہی' نیکی اور بدی میں کیا فرق ہے؟

میں پیدائشی جنگجو ہوں' پہاڑوں کا بیٹا ہوں' اسلحہ چلانا' اس سے کھیلنا میرا موروثی مشغلہ ہے۔ ہمارے قبائل میں دشمنیاں نسل در نسل چلتی ہیں۔ ہمارے ہاں جواں مردی اور انصاف کا دوسرا نام...... خون کا بدلہ خون ہے۔ سات سال کی عمر میں' میں نے اپنے تایا اور قبیلے کے دیگر پیرو جواں کے ہمراہ اپنے مخالف قبیلے کے خلاف معرکہ آرائی میں حصہ لیا۔ مخالف قبیلے کے ساتھ جب ہماری دوسری خون ریز معرکہ آرائی ہوئی تب میری عمر دس سال تھی۔ اسی معرکہ میں میری رائفل سے نکلنے والی آتشیں گولی کا نشانہ بن کر مخالف قبیلے کا ایک فرد آخرت کے سفر پر روانہ ہوا۔"

خون ریز تصادم کے اختتام پر میرے قبیلے کے جوانوں نے مجھے کندھوں پر اٹھایا' بوڑھوں نے سینے سے لگایا...... میرے تایا کو جب معلوم ہوا کہ دشمن قبیلے کا ایک فرد میری گولی لگنے سے کم ہو گیا ہے تو شدت جذبات کی وجہ سے میرے تایا کا چہرہ تمتما اٹھا۔ تایا نے میرے ایک ہاتھ کو اوپر اٹھایا اور گرجدار آواز میں یوں گویا ہوا "لوگو سنو! مجھے مبارکباد دو۔ میرے بھتیجے' میرے بھائی کے بیٹے نے دشمن کے ایک فرد کو مار کر اپنی جواں مردی کا ثبوت دے دیا ہے۔ لوگو! مجھے مبارکباد دو کہ میرے بھائی کا بیٹا جوان ہو گیا ہے۔"

دس سال کی عمر میں' میں نے پہلے انسانی قتل کی صورت میں دشمنی اور انتقام کا جو پودا لگایا تھا 60 سال تک میں اس پودے کی دیکھ بھال کرتا رہا یہاں تک کہ یہ پودا جسیم اور تناور درخت بن گیا۔

داؤد' ظاہر شاہ' محمد ترکئی' حفیظ اللہ' ببرک کارمل اور ڈاکٹر نجیب اللہ ان سب کے ادوار میں نے دیکھے۔ جب روسی افواج کے ٹینکوں نے افغان سرزمین کو روندا اور اس کے بعد جہاد کا آغاز ہوا تو یہ منظر بھی میرے سامنے تھا لیکن میں روسی افواج کے خلاف نبرد آزما نہیں ہوا۔ میری رائفل روسی افواج کے خلاف نہیں اٹھی اور میرے قدم جہاد فی سبیل اللہ میں غبار آلود نہیں ہوئے۔ یہ نہیں کہ میں بزدل ہوں' انسانی جانوں اور ہتھیاروں سے کھیلنا میرا مشغلہ ہے۔ اس کے باوجود اگر میں نے جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ نہیں لیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے تایا ان لوگوں میں پیش پیش تھے جنہوں نے روسی فوج کا استقبال کیا تھا۔

بات کو مزید آگے چلانے سے پہلے کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ میں اپنے والد کا مختصر تعارف کروا دوں تاکہ پڑھنے والوں پوری طرح میرا خاندانی پس منظر معلوم ہو سکے۔

میرے والد 1901 میں پنج شیر کے نواحی علاقے میں پیدا ہوئے اور 85 سال کی عمر میں وفات پائی۔ 18 سال کی عمر کے ایک حادثہ کے نتیجے میں میرے والد کو اپنا آبائی علاقہ چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد وہ چلتے چلاتے'

پھرتے پھراتے بنوں کوہاٹ کے علاقہ سے گزرتے ہوئے انگریزی فوج کے ایک کیمپ میں جا پہنچے۔ قصہ مختصر میرے والد فوج میں بھرتی ہو گئے اور مختصر وقت میں انہیں انگریز افسروں کا قرب حاصل ہو گیا۔ مجھے یہ کہنے میں عار نہیں کہ میرے والد ایک دنیادار انسان تھے۔ اسلام' ایمان' وطن یہ سب چیزیں ان کے نزدیک ثانوی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے ہم مذہب مسلمانوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے' کھانے پینے کی بجائے ان کا انگریزوں اور ہندوؤں کے ساتھ میل ملاپ زیادہ تھا۔ میرے والد اور میرے تایا آپس میں بھائی نہیں' دوست بھی تھے۔ تایا جب بھی بھائی سے ملنے کے لیے ہندوستان جاتے تو واپسی پر ان کی زبان انگریز حاکموں کے قصیدے ہوتے۔ یہ تھا میرا خاندان جس میں میں نے آنکھ کھولی پلا بڑھا اور جوان ہوا۔ انگریز کے وفادار اور ہندوؤں کے غم خوار خاندان میں جنم لینے والا بچہ اور سب کچھ ہو سکتا تھا مگر دین دار' اسلام کا جاں نثار' جہادی جذبہ سے سرشار اور مسلمان ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ روسی افواج کی آمد کے بعد میرے تایا اور والد نے افغانستان پر روسی تسلط کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے......

یہ ایک طویل داستان ہے جس کا میری موجودہ کہانی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے ان تمام واقعات سے صرف نظر کرتے ہوئے میں اپنی داستان حیات کی طرف آنا چاہوں گا۔

اہل ایمان کو اللہ آزماتا ہے۔ مصائب و مشکلات کے ساتھ' تکالیف و شدائد کے ساتھ...... یہاں تک کہ رفتہ رفتہ کفر و نفاق الگ ہو جاتا ہے اور خالص ایمان والے لوگ الگ ہو جاتے ہیں۔ شمالی اتحاد کا معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ بلاشبہ ابتدا میں اس میں کچھ اچھے لوگ بھی تھے لیکن شمالی اتحاد میں برائی کا غلبہ' بھارت اور دیگر اسلام دشمن طاقتوں کے ساتھ دوستی کا جنون اتنا زیادہ تھا کہ آہستہ آہستہ اس اتحاد میں سے غیرت کا پہلو نکلتا چلا گیا۔ اچھے لوگ نکلتے گئے یا نکال دیئے جاتے رہے۔ پہلے وہ لوگ نکالے گئے جو تھوڑا بہت ایمانی جذبہ رکھتے تھے پھر ان کے گرد گھیرا تنگ ہوا جن میں اخلاص اور وطن کی محبت کی تھوڑی سی رمق موجود تھی پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب شمالی اتحاد قاتلوں اور ڈاکوؤں کا گروہ بن کر رہ گیا۔ جو شخص جتنا بڑا چور' قاتل اور ڈاکو ہوتا' شمالی اتحاد میں وہ اتنا ہی قابل فخر اور باعث تکریم سمجھا جاتا۔

خاندانی پس منظر اور دنیا کی جاہ و طلب نے مجھے بھی شمالی اتحاد کی صفوں میں لا کھڑا کیا۔ طالبان کے عروج کے دور میں جب صوبوں کے گورنر اور عسکری گروپوں کے کمانڈر سرنڈر پہ سرنڈر کرتے چلے جا رہے' بظاہر یوں معلوم ہو رہا تھا کہ طالبان لمحوں میں آندھی اور طوفان کی طرح پورے افغانستان پر چھا جائیں گے اور شمالی اتحاد سمیت تمام مخالف قوتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائیں گے......

یہ وہ ایام تھے کہ جب شمالی اتحاد اندرونی طور پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہا تھا' اندرون خانہ بہت سے دھڑے بن چکے تھے۔ بعض مضبوط دھڑوں کا خیال تھا کہ سرنڈر کر کے طالبان سے پناہ طلب کر لی جائے...... ایسے سخت حالات میں شمالی اتحاد میں ایسا گروہ بھی تھا کہ جن کے دلوں میں طالبان کے خلاف نفرت' دشمنی اور عداوت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکی تھی۔ یہ گروہ ہر صورت طالبان کو ملیا میٹ کر دینا' مٹا ڈالنا' روند دینا اور بیخ و بن سے اکھاڑ پھینک دینا چاہتا تھا۔ میرا تعلق اسی گروہ سے تھا' میں ہر صورت طالبان کو فنا کے گھاٹ اتار دینا چاہتا تھا۔

آج جبکہ میں ایک مختلف مقام پر کھڑا ہوں اور ماضی میں اپنی طالبان دشمنی پر غور کرتا ہوں تو مجھے اپنے رویے پر کوئی حیرت نہیں ہوتی۔ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ دنیا کی جاہ و طلب نے مجھے شمالی اتحاد کی صفوں میں لا کھڑا کیا لیکن نہیں...... میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بھی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ میں اپنی روح شیطان کے پاس گروی رکھ چکا تھا' میں اور میرے ساتھ شیطانی قوتوں کے پیامبر تھے۔ عرب مجاہدین نے سرزمین افغانستان پر ایمان اور نیکی کی جو کھیتی تیار کی اس کی پر بہار فضا اور میٹھی ہوا جلد ہی دنیا کو اپنی جلو میں لینے والی تھی...... سو اس کے تدارک و ازالہ اور خاتمہ کے لیے شیطان نے ہمیں آلۂ کار بنایا۔ ہم شیطانی اور بدی کی قوتوں کے ہرکارے بن گئے۔ عرب مجاہدین اور طالبان نہیں بلکہ ہم تو نیکی کی قوتوں' اسلام کی روشنی اور قرآن کی آواز کو ملیا میٹ کر دینا چاہتے تھے۔

ہمارے گروہ نے طالبان کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکنے اور انہیں شکست و ہزیمت سے دو چار کرنے کے لیے ہر جتن اور حربہ استعمال کر ڈالا۔ روس سے روابط استوار کیے' بھارت کو وفاداریوں کا یقین دلایا۔ طالبان کے غلبے کی صورت میں خطے میں پاکستان کی بالادستی اور اس کے نتیجے میں مضبوط اسلامی بلاک کی تشکیل کی صورت میں پیدا ہونے والے خطرات سے اسرائیل اور امریکہ کو آگاہ کیا۔ آخر ہماری اُمیدیں بر آئیں' دلی تمنائیں پوری ہوئیں اور امریکہ نے افغانستان پر حملہ کر دیا۔

امریکی کہتے تھے کہ افغانستان میں ہماری فوج نہیں بلکہ ہمارا ڈالر لڑے گا۔ چنانچہ جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو اس نے شمالی اتحاد اور طالبان میں بے دریغ ڈالر تقسیم کیے' ڈالروں کی چمک دمک نے اپنا کام خوب دکھایا اور افغانستان کا سقوط بہت جلد ہو گیا تاہم عرب مجاہدین اور طالبان کی بڑی تعداد نے نہایت جانفشانی کے ساتھ آخری دم تک جم کر اور ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن امریکہ کے بھاری بھر کم اسلحہ کے سامنے بے بس ہو کر رہ گئے۔

سقوط قندھار کے بعد افغانستان میں جبر و استبداد کی جو آندھی چلی اور ظلم کا جو بازار گرم ہوا اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ شمالی اتحاد والوں نے جو ظلم کیا اس میں میں بھی برابر کا شریک رہا ہوں بلکہ جو امریکیوں نے کیا اس کا بھی عینی شاہد ہوں۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ شمالی اتحاد والوں نے بحیثیت مجموعی امریکیوں کی تابعداری و فرمانبرداری کی انتہا کر دی' انہیں ان داتا اور ان کے اشارۂ ابرو کو حکم کا درجہ دیا' امریکیوں کی خوشنودی کی خاطر اپنے ہم وطن اور ہم مذہبوں پر گولیاں چلائیں' انہیں مکانوں میں بند کر کے زندہ جلا دیا' سنگینوں سے عرب مجاہدین کی خواتین اور بچوں کے برہنہ جسموں پر فتح کے نشان ثبت کیے اور امن کی پرچم بنائے۔ اپنی کلمہ گو ماؤں' بہنوں اور بیٹیوں کی عزت و عصمت کو داغدار کیا' بہت سی عفت مآب خواتین پیشہ ور دلالوں کے ہاتھ چڑھ گئیں۔

میری آنکھوں کے سامنے ایسے مناظر بھی ہیں کہ جب امریکی کسی عرب یا افغان مسلمان خاتون کے دامن عصمت کو تار تار کرتے تو اس خاتون کی بے بسی پر اپنے کلمہ گو افغانی بھائی ہنستے اور امریکیوں کے ساتھ مل کر قہقہے لگاتے۔ میں بھی ان تمام گناہوں اور سیاہ کاریوں میں شامل رہا۔ میرا مقصد بھی یہ تھا کہ امریکی خوش ہو جائیں' ان کی نظروں میں میرا مقام اور احترام بن جائے۔ میں نے اس مقصد کے لیے ہر وہ کام کیا جو ایک مسلمان کے مقام اور

''ہم نے افغانستان پر حملہ کیوں کیا؟ اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ موجودہ صدی عیسائیت اور یہودیت کی بالادستی اور مسلمانوں کے خاتمے کی صدی ہے۔ افغانستان میں طالبان و عرب مجاہدین کا خاتمہ کیے بغیر اگر ہم عراق پر حملہ کرتے تو یہ منظم جنگجو ہمارے لیے بڑی پریشانی کا سبب بن سکتے تھے' لہٰذا عراق پر حملہ اور پھر مشرق وسطیٰ میں وسیع تر یہودی ریاست کے قیام کے لیے ضروری تھا کہ پہلے افغانستان میں موجود مجاہدین کی کمر توڑ دی جاتی''۔ (امریکی فوجی کا اعتراف)

احترام اور انسانیت کے منافی تھا۔ امریکی خود تسلیم کرتے ہیں کہ شمالی اتحاد کے تعاون کے بغیر عرب مجاہدین اور طالبان کا قلع قمع کرنا ممکن نہ تھا۔

اور پھر دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک موٹی سی گالی دی...... پھر کہنے لگا "جو ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے یا جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا اس میں کہیں نہ کہیں اسلام کی رمق رہ جاتی ہے

"پیارے دوست سنو! امریکہ میں رہنے سہنے کی جو آسائشیں وسہولتیں ہیں' افغانستان میں ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ افغانستان نہ تو خوبصورت ملک ہے اور نہ اس میں سونے کے ذخائر ہیں۔ اس کے باوجود ہم نے افغانستان پر حملہ کیا اور اب ہم ٹوٹی سڑکوں اور بنجر پہاڑوں والے ملک میں بیٹھے ہیں تو اس کی ایک خاص وجہ ہے وہ یہ کہ موجودہ صدی عیسائیت و یہودیت کی بالادستی اور مسلمانوں کے خاتمے کی صدی ہے۔ افغانستان میں طالبان و عرب مجاہدین کے خاتمہ کے بغیر اگر ہم عراق پر حملہ کرتے تو یہ منظم جنگجو ہمارے لیے کسی بڑی پریشانی کا سبب بن سکتے تھے لہٰذا عراق پر حملہ اور اس کے بعد مشرق وسطٰی میں وسیع تر یہودی ریاست کا قیام اس کے لیے ضروری تھا کہ پہلے افغانستان میں موجود مجاہدین کی کمر توڑ دی جاتی۔

"امریکی اگرچہ بظاہر ہمارے اس تعاون پر ہمارا شکریہ ادا کرتے لیکن اکثر اوقات ہمیں لالچی قرار دینے اور گالیاں دیا کرتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت کھلتی چلی گئی کہ عرب مجاہدین ہوں یا شمالی اتحاد والے' امریکیوں کے نزدیک سب ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے ہیں"

یہ سب کچھ کرنے کے باوجود عرب مجاہدین وطالبان اور پاکستانیوں کے لیے تو امریکیوں کی زبان پر گالیاں تھیں لیکن اس سے کہیں زیادہ گالیاں وہ شمالی اتحاد والوں کو دیتے۔ قندھار اور بگرام میں جو قیدی رکھے گئے اور اس کے بعد کیوبا میں بھجوائے جانے والے قیدیوں سے امریکی اکثر کہتے کہ "تمہارے مصائب کے ذمہ دار ہم نہیں بلکہ تمہارے اپنے بھائی یعنی شمالی اتحاد والے ہیں جنہوں نے تم پر ظلم کیا اور دولت کے لالچ میں تمہاری مخبریاں کر کے تمہیں ہمیں سپرد کیا"۔

بگرام اور قندھار میں مجھے بہت سے امریکی فوجی افسروں اور سپاہیوں کی خدمت کرنے' ان سے ہم کلام ہونے یا ان کی گفتگو سننے کا موقع ملا۔ میں ان کی گفتگو سن کر اکثر اس نتیجے پر پہنچتا کہ امریکیوں کے ساتھ ہمارا تعاون درحقیقت ہمارے لیے ایک گالی اور باعث طعن وتشنیع ہے۔ امریکی اپنی عام گفتگو میں تعاون کرنے والے اور مسلمان بھائیوں کی جاسوسیاں کر کے انہیں پکڑوانے والوں کا اگرچہ شکریہ ادا کرتے نظر آتے ہیں لیکن وہ اکثر تعاون کرنے والوں کو لالچی جیسے القاب سے یاد کرتے۔ شروع میں' میں اس طرح کی گالیوں کو اپنے لیے عزت افزائی اور تمغۂ خدمت سمجھتا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت آشکارا ہوتی چلی گئی کہ عرب مجاہدین ہوں یا شمالی اتحاد والے' امریکیوں کے نزدیک سب ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے ہیں۔

قندھار میں ایک امریکی سے میری دوستی ہوگئی۔ یہ دوستی بے تکلفی میں بدل گئی۔ نوبت بایں جا رسید کہ ہم دونوں اکٹھے لہو ولعب کی محفلیں سجاتے اور اکٹھے شراب پیتے۔ ایک دن جب ہم دونوں شراب کے جام چڑھا رہے تھے میں نے اس سے کہا "طالبان اور عرب مجاہدین کو گالیاں دینا سمجھ میں آنے والی بات ہے لیکن جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم نے تمہارے ساتھ تعاون و وفاداری کی انتہا کر دی ہے اور وہ کام کیا ہے جو امریکی استحکام کا باعث ہے' اس کے باوجود ہمارے لیے تمہاری زبان پر گالیاں سمجھ سے بالاتر ہے"۔

امریکی شراب کے نشے میں تھا' اس نے پہلے مجھے

اور زندگی میں کبھی نہ کبھی وہ اس کا اظہار کر ہی ڈالتا ہے لہٰذا ہمارے نزدیک مسلمانوں کا ایک ہی علاج ہے کہ پہلے انہیں دولت کا لالچ دے کر خرید و' ان کے ایمان کمزور کرو اور اس کے بعد انہیں مٹا ڈالو۔ یہی کام ہم نے بوسنیا میں کیا' یہی کام ہم فلسطین میں کرتے چلے آرہے ہیں اور اب یہی کام ہم افغانستان و عراق میں کر رہے ہیں"۔ پھر وہ مجھے نہایت رازدارانہ لہجے میں کہنے لگا "مومند خان! تم بوسنیا کے مسلمانوں سے زیادہ لبرل اور آزاد خیال نہیں ہو سکتے' ان کی دو تین نسلیں ہماری ہم نوالہ و ہم پیالہ تھیں' ان کے بوڑھے مساجد و قرآن کے نام سے ناآشنا ہو چکے تھے اور ان کے جوانوں کے دن رات نائٹ کلبوں میں ہمارے ساتھ گزرتے' وہ شراب بھی پیتے اور سور کا گوشت بھی کھاتے' اس کے باوجود تم نے دیکھا کہ ہمارے ہم مذہبوں نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟"

پھر خود ہی کہنے لگا "یہ درست ہے کہ بوسنیا کے مسلمان عملاً مسلمان نہیں تھے لیکن...... مومند خان! ان کے نام تو مسلمانوں والے تھے"۔

"شمالی اتحاد والوں نے جو کچھ ہمارے لیے کیا وہ بجا مگر نام تو ان کے بھی مسلمانوں والے ہیں پھر انہوں نے ہمارے لیے جو کچھ کیا وہ دل و جان سے نہیں بلکہ دولت کے لالچ میں کیا ہے۔ دنیا میں مسلمان کی دو ہی قسمیں ہیں:
اولاً...... مخلص مسلمان جیسے طالبان و عرب مجاہدین......
ثانیاً...... لالچی...... جیسے شمالی اتحاد والے۔ انہیں ہم ہڈی

"ہمیں خوشی ہے کہ مسلمانوں کی صفوں میں تم جیسے لالچی اور دولت کے بھکاری موجود ہیں۔ تمہی جیسے لوگوں کے تعاون سے ہمیں افغانستان میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد بھی اسلامی دنیا پر ہم فتوحات اور صلیب کی بالادستی کے جو جھنڈے گاڑنے والے ہیں' اس مقدس جنگ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہمیں ہزاروں مومند خان مل جائیں گے۔ میری دعا ہے کہ خداوند یسوع مسیح تمہاری قربانی کو قبول کرے اور تمہیں اپنی راہ میں قبول فرمالے"۔

فرزند صلیب کی گفتگو تھی یا تیر کے تازیانے۔ اس کا ایک ایک لفظ خنجر کی طرح میرے دل و دماغ میں پیوست ہوتا چلا گیا۔ میں جس فوجی کو عام امریکی سمجھے ہوئے تھا' جب اس کی پرتیں اور خول ٹوٹا تو اندر سے وہ ایک متعصب اور متشدد عیسائی نکلا۔ میں نے کہا "حیرت اور تعجب ہے بظاہر تم ایک عام اور سیدھے سادے امریکی نظر آتے ہو' اپنی فوجی ذمہ داریوں سے اکتائے ہوئے اور شراب وشباب کے رسیا۔ اندر سے تم متعصب عیسائی ہو اور صلیب کی سربلندی و بالادستی اور ہلال کو سرنگوں کر دینے کا عزم و ارادہ بھی رکھتے ہو"۔

اس بسیار خور شرابی امریکی نے جو جواب دیا' اس

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ شمالی اتحاد والوں نے بالعموم امریکیوں کی تابعداری و فرمانبرداری کی انتہا کر دی' ان کی خوشنودی کی خاطر اپنے ہم وطن اور ہم مذہب افراد (طالبان) پر گولیاں چلائیں' انہیں زندہ جلایا' سنگینوں سے عرب مجاہدین کی خواتین اور بچوں کے برہنہ جسموں پر فتح کے نشان ثبت کیے اور اپنی کلمہ گو ماؤں' بہنوں اور بیٹیوں کی عزت و عصمت کو داغدار کیا"

ڈالیں تو وفاداری کے اظہار کے لئے بھونکتے ہیں اور اپنے ہم مذہبوں کو کاٹتے بھی ہیں۔ لالچی کتا صرف اس وقت تک وفادار ہوتا ہے جب تک اسے ہڈی ملتی رہے' جب ہڈی نہ ملے وہ اپنے مالک کو کاٹ کھاتا ہے لہٰذا قبل اس کے کہ یہ کتے ہمیں کاٹ کھائیں' ان کا علاج بھی ہمیں کرنا ہوگا"۔

جواب نے میرے لیے سوچ اور فکر و حیرت کے دروازے وا کر دیئے۔ کہنے لگا "دوست! اگر تم تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہو تو پھر یقیناً جانتے ہوگے کہ جب یورپ بھر کے عیسائیوں نے ارضِ فلسطین کی بازیابی اور بیت المقدس پر قبضہ کے لیے فوجی مہمات کا سلسلہ شروع کیا تو اس وقت اس مہم میں

حصہ لینے والے فوجی آج کے مقابلے میں کہیں زیادہ شراب خور' بدکار اور وحشی تھے۔ یہی حال ہمارے حکمرانوں اور پادریوں کا تھا۔ وہ عام حالات میں شراب وشباب کے نشے میں بدمست رہتے لیکن جب معرکہ ہلال وصلیب برپا ہوتا تو پھر وہ حریف کے لیے آتش وآہن ثابت ہوتے اور جان کی بازی لگا دیتے' شراب ہمارے مذہبی جذبات کو بھڑکاتی اور دوآتشہ کرتی ہے۔ روس کی شکست کے بعد مسلمان دنیا میں اسلام کی بالادستی کا خواب دیکھنے لگے تھے' سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی ہم کریں' خشکی وتری پر راج ہمارا ہو خلا کو فتح ہم کریں اور دنیا پر سیاسی و مذہبی اعتبار سے قبضہ اور استحکام کے خواب مسلمان دیکھیں' یہ بھلا کیسے اور کیونکر ممکن ہے......؟

اس کے بعد میں امریکی فوجیوں کی گفتگو دلچسپی اور غور کے ساتھ سننے لگا۔ تب مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اکثر وبیشتر امریکیوں کے خیالات' احساسات' جذبات اور عزائم ایک جیسے تھے۔ امریکیوں نے ابتدا میں افغانستان کی مہم کو ''ڈالر کی لڑائی'' کا نام دیا تھا مجھے جلد ہی احساس ہوگیا کہ ''ڈالر کی لڑائی'' کی اصطلاح محض ایک آڑ ہے۔ اصل میں امریکیوں کے

> ''عرب مجاہدین نے سرزمین افغانستان پر ایمان اور نیکی کی جو کھیتی تیار کی' اس کی پُر بہار فضا اور میٹھی ہوا جلد ہی دنیا کو اپنے جلو میں لینے والی تھی''

نزدیک یہ ایمان و جان کا معرکہ ہے۔ اسی دوران قندھار کے ایئرپورٹ پر ایک اور واقعہ رونما ہوگیا جس نے مجھے لرزا اور کپکپا کر رکھ دیا۔ مجھے خود پر شرم آنے لگی' میرے سوئے ایمانی جذبات بھڑک اٹھے' میری ایمانی غیرت وحمیت جاگ اٹھی' میں نے فیصلہ کرلیا کہ اب میری گن سے کلمہ گو بھائی نہیں بلکہ امریکی فوجی واصل جہنم ہوں گے۔ ''تم کہتے ہو عزت اور کامیابی دین پر عمل کرنے میں ہے داڑھیاں رکھتے ہو کہ تمہارے محمد (ﷺ) کا حکم ہے۔ صلیب کو توڑنے اور اسلام کی بالادستی کے خواب دیکھنے والو بھلا دیکھو تو سہی تمہاری حیثیت کیا ہے۔ تمہاری حقیقت کیا ہے اور تمہاری اوقات کیا ہے؟ تم مفرور ہو تمہارا کوئی گھر نہیں کوئی وطن نہیں' تمہارے وطنوں میں پھانسی کے پھندے تمہارے منتظر ہیں۔ افغانستان کی سرزمین ہم نے تمہارے نیچے سے کھینچ لی ہے اس وقت تمہارے لیے دنیا میں کوئی جائے پناہ نہیں وہ گھر جو تم نے افغانستان میں اپنے لیے بنائے تھے وہ مسمار اور برباد ہوگئے۔

''ہم تمہیں روندیں گے مسل ڈالیں گے دوسرے مسلمانوں کے لیے عبرت کا نشان بنادیں گے تمہیں جہنم کے ایسے عذاب میں دھکیلیں گے کہ تم موت کی تمنا کرو گے لیکن تمہیں موت نہیں آئے گی''۔

یہ گفتگو' جملے' یہ سوچ' یہ فکر' یہ عزم اور ارادے ان امریکی افسروں کے تھے جو قندھار ایئرپورٹ پر عرب قیدیوں سے تفتیش کرنے کے لیے آتے۔

معمول کے مطابق ایک دفعہ قندھار ایئرپورٹ پر لمبی لمبی داڑھیوں والے کچھ عرب قیدی لائے گئے۔ تو سب سے پہلے انہیں زنجیروں میں جکڑا گیا۔ پھر ان کے سر کے بال' داڑھی اور بھوئیں مونڈ دی گئیں پھر انہیں تشدد کے ایسے بھیانک اور ہولناک عذاب سے گزارا گیا کہ جس کا صرف تصور ہی کیا جاسکتا ہے۔

جب میں عرب اور طالبان قیدیوں پر اس طرح کے مظالم اپنی آنکھوں سے دیکھتا تو میرا دل مسرت سے کھل اٹھتا اور روح خوشی سے سرشار ہوجاتی۔ اس لیے کہ میرے نزدیک یہ لوگ واقعی دہشت گرد تھے۔ جو پہلے امریکی ڈالروں کے لالچ میں میرے وطن کو تاخت وتاراج کرتے رہے۔ روس کے جانے کے بعد بھی ان لوگوں نے آگ اور خون کا یہ کھیل جاری رکھا۔ میرے نزدیک یہ لوگ دولت اور اقتدار کے بھوکے' خون کے پیاسے' امن کے دشمن اور کرائے کے قاتل تھے۔ جو دولت کی خاطر سب کچھ کر گزرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں اپنے ان خیالات میں بڑا پکا اور پختہ تھا۔ (جاری ہے)

پریس ریلیز — 17 جون 2005ء

''امت مسلمہ کے موجودہ مصائب اللہ کی طرف سے آزمائش ہیں''

امت مسلمہ آج جن مصائب سے دوچار ہے وہ اللہ کی طرف سے آزمائش کی صورت ہیں کہ ان حالات میں وہ کیا کرتے ہیں۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے سورۃ الفجر کی آیات 15 اور 16 کے حوالے سے کہا کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے' انفرادی سطح پر بھی کسی انسان پر تنگی یا وسعت کے جو حالات آتے ہیں وہ اس کی آزمائش کے لیے ہوتے ہیں کہ وہ ان حالات میں کون سی روش اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو مال دے کر یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ آیا وہ شکر کرتا ہے اور عملی شکر کے طور پر اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اپنی جان اور مال لگاتا ہے یا نہیں۔ جب کہ تنگی یا ترشی آنے پر انسان کا مطلوب طرزِ عمل یہ ہے کہ وہ صبر کرے اور اللہ سے مدد مانگتا رہے کہ وہ اس آزمائش میں پورا اترنے کی توفیق دے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ بندۂ مومن کے لیے دونوں صورتیں خیر کی ہیں تاہم مشکل حالات میں مؤمنین کے ایمان میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو موجودہ مصائب پر دل برداشتہ ہونے کی بجائے اللہ کی طرف رجوع کی روش اختیار کرتے ہوئے دین اسلام کے قیام کے لیے اپنا تن من دھن وقف کردینا چاہیے۔ کیونکہ صحیح احادیث سے واضح ہے کہ بالآخر کفر مغلوب ہوکر رہے گا اور اسلام کل روئے ارضی پر غالب ہوگا۔

(جاری کردہ: شعبہ نشرواشاعت' تنظیم اسلامی)

دعائے مغفرت

قرآن اکیڈمی لاہور کے کیشیئر اشرف بیگ صاحب کے والد محترم قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائیں۔ برزخ کی زندگی آسان فرمائیں۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

قارئین 'ندائے خلافت' اور رفقاء واحباب سے بھی مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

یہ کون ہیں؟

یہ تابعین کا دور تھا۔ چند لوگ ایک جگہ چھوٹی سی علمی محفل سجائے بیٹھے تھے۔ ایک شخص وہاں پہنچا اور اُس نے محفل کے صدر سے کہا: "میرا قرض واپس کرو"۔

محفل کے صدر تابعی بزرگ تھے۔ انہوں نے بہت سے صحابہ کرامؓ کو دیکھا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سے حدیث کا درس لیا تھا۔ حضرت حسن بصریؒ کے ساتھ اُن کا رات دن کا اُٹھنا بیٹھنا تھا۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کے درس کے ساتھ ساتھ خواب کی تعبیر دینے میں بھی بڑے ماہر تھے۔ اُن کی کتاب "تعبیر الرؤیا" بہت مشہور بھی ہے۔

یہ بزرگ تجارت کرتے تھے مگر ایسی تجارت جس میں بے ایمانی اور بددیانتی کا ذرا سا بھی شائبہ نہ ہو۔ بڑی احتیاط سے کاروبار کرتے تھے۔ فکر نفع کمانے کی نہیں ہوتی تھی، بلکہ رزقِ حلال کی ہوتی تھی۔ دھوکے اور فریب سے خراب مال بیچنا، زیادہ پیسہ لینا یا خریدار کو دھوکے میں رکھنا، چکنی چپڑی باتوں سے مال بیچنا گناہ سمجھتے تھے۔ لوگوں سے کہتے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے روزی ہمارے لیے لکھ دی ہے۔ حرام اور ناجائز طریقوں سے کیوں کماتے ہو۔ جو ملنا ہے وہ مل کے رہے گا۔ روزی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں سے کماؤ۔

نہ جانے کیوں یہ بات لوگوں کے ذہن میں بیٹھی ہوئی ہے کہ تجارت بے ایمانی، دھاندلی اور دھوکا دہی کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ نفع کمانا ہے تو پھر ہر چوری، ہر فریب اور ہر بدمعاشی کاروبار میں جائز ہے۔ اصل میں یہ یہودیوں، بنیوں اور کافروں کا طریقہ ہے۔ جس شخص کے دل میں ایمان کا گزر نہیں، اُس کی تجارت، ہیرا پھیری، چوری اور جھوٹ پر مبنی ہوگی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ ایک دوسرے کو فریب نہ دو۔ ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔ حرام کی کمائی تمہیں دین و دنیا میں کہیں کا نہ رکھے گی۔ رزقِ حرام اللہ تعالیٰ کا غضب ہے جو کبھی نہ کبھی ضرور نازل ہوتا ہے۔

محفل میں آنے والے شخص نے جب صدر محفل سے کہا: "میرا قرض واپس کرو" تو اس بزرگ نے کہا: "میں نے تجھے کبھی نہ دیکھا ہے نہ کبھی تجھ سے کچھ لیا ہے۔ میں تمہیں جانتا تک نہیں"۔

اُس شخص نے ضد سے کہا: "نہیں۔ تمہاری طرف میرے دو درم باقی ہیں۔ تم کو دینے ہوں گے"۔

بزرگ نے کہا: "بھائی! میں نے تم سے کبھی لین دین ہی نہیں کیا تو میری طرف دو درم کیسے باقی رہ گئے"۔

جو لوگ محفل میں موجود تھے، انہوں نے بھی اُس اجنبی شخص سے پوچھا کہ قرض کہاں لیا تھا، کب لیا تھا، کس معاملے میں تیرا اِن کے ساتھ لین دین ہوا تھا؟

اُس شخص کے پاس کسی بات کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ جھوٹا تھا، اور جھوٹ کے پاؤں کہاں۔ وہ تو بس ایک بات پر اڑا رہا، کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے، دو درم لے کر ٹلوں گا۔

یعنی بات صرف دو درم کی تھی۔ وہ بزرگ بہت بڑے آدمی تھے۔ صاحب علم تھے۔ زاہد و عابد تھے۔ اُن سے تعلیم پانے والے طلبہ کی بہت بڑی تعداد تھی۔ دور دور تک اُن کی شہرت تھی۔ تجارت کرتے تھے۔ امیر کبیر تھے۔ اُن کے پاس کافی دولت تھی۔ اُن کے سامنے دو درم کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ دو درم تو وہ فقیروں کو بن مانگے دے دیا کرتے تھے۔ وہ چاہتے تو دو درم اُس اجنبی شخص کو دے دیتے اور اُس کی خواہ مخواہ کی تکرار سے پیچھا چھڑا لیتے، لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

اُس شخص نے کہا: "اچھا، تم قسم کھاؤ، قسم اللہ کی"۔

اُن بزرگ نے قسم کھائی کہ میری طرف تمہارے دو درم باقی نہیں ہیں۔ یہ سن کر وہ شخص چلا گیا۔ لیکن حاضرین میں سے کسی نے کہا: "آپ نے صرف دو درم کے لیے اللہ کی قسم کھائی۔ بہتر تھا کہ واجب نہ ہونے کے باوجود آپ اُسے دو درم دے دیتے"۔

بزرگ نے فرمایا: "وہاں اگر میں اُس کا جھوٹا دعویٰ مان لیتا تو اُسے دو درم مل جاتے۔ یہ اُس کے لیے حرام کی کمائی ہوتی۔ میں اس کے حرام کی کمائی کھانے میں مددگار کیوں ہوتا؟ یہ میرے لیے بھی باعث گناہ ہوتا"۔

رزقِ حلال پر زور دینے والے بزرگ، یہ کون ہیں؟

قارئین کی آراء

○ محمد سعید کاظمی، طارق روڈ کراچی نے اپنے خط میں لکھا: "ندائے خلافت" میں "وہ کون تھا" اور اب "یہ کون ہیں؟" کا نیا قسط وار سلسلہ بہت اچھا اور معلوماتی ہے۔ اسے جاری رہنا چاہیے۔ صحیح جواب دینے والوں کو بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی کوئی کتاب بطور انعام دینی چاہیے۔ آئندہ شمارے میں جب صحیح جواب کا اعلان کیا جائے تو جس کتاب سے مواد اخذ کیا گیا ہے اُس کا بھی حوالہ دیا جائے۔

○ کاظمی صاحب کے مشورے صائب ہیں۔ صحیح جواب دینے والوں کا یہ انعام کیا کم ہے کہ انہوں نے صحیح جواب دیا۔ یہ بجائے خود کتاب دوستی اور علم پروری کی دلیل ہے۔ جہاں تک کتاب کا حوالہ دینے کا تعلق ہے، سو عموماً یہ مضمون متعدد کتابوں کے مطالعے کے بعد لکھا جاتا ہے، اور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ مسلسل مضامین ایک ہی کتاب یا کتب سے اخذ کیے گئے ہوں، لہٰذا اُن کا حوالہ دینا اس سلسلے کے مقصد کے خلاف قرار پائے گا۔ تاہم ابتدائی دو سوال (حسن البناء شہید اور امام شافعیؒ) محترمہ نائمہ صہیب کی زیرِ طبع تالیف "اسلام کی عظیم شخصیات" سے لیے گئے تھے جو عنقریب فضلی سنز، ناشرانِ کراچی کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والی ہے۔ (س ق م)

✿✿✿

شخصیت 3 —— سلطان ناصر الدین

اس مرتبہ ہمیں اس شخصیت کے بارے میں بہت سے خطوط موصول ہوئے ہیں جن میں اورنگ زیب عالمگیر کا نام لیا گیا ہے، حالانکہ وہ سلطان ناصر الدین ہیں جن کا تعلق خاندانِ غلاماں سے تھا اور جو سلطان شمس الدین التمش کے فرزند اور رضیہ سلطانہ کے بڑے بھائی تھے۔ ہمارے قارئین میں سے صرف شوکت حسین انصاری صاحب (قرآن اکیڈمی ملتان) نے ان کا صحیح نام لکھ کر بھیجا ہے۔

دعائے مغفرت

لندن میں مقیم رفیقہ تنظیم نگہت محمود صاحبہ کے خاوند ایک حادثہ میں انتقال کر گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رفقاء و احباب سے ان کے لیے مغفرت اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی درخواست ہے۔

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کی ماہانہ شب بسری

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیر اہتمام ہفتہ 28 مئی 2005 کو شب بسری کا پروگرام ہوا۔ قبل از مغرب رفقاء المیزان پبلک سکول ملک پورہ پہنچ گئے۔ بعد نماز مغرب راقم نے المیزان پبلک سکول میں سورۂ حج کی آخری دو آیات کے حوالے سے درس دیا اور اہلِ ایمان سے قرآن کے مطالبات مختصراً سامعین کے سامنے رکھے۔ قریباً 7 رفقاء و احباب درس میں شریک ہوئے۔ پھر حدیث مبارکہ یاد کروائی گئی۔ طعام کا وقفہ ہوا۔ بعد نمازِ عشاء مسجد محلّہ نظامی میں ہارون قریشی صاحب نے عبادتِ رب کے موضوع پر درس دیا۔ 8 رفقاء و احباب اس میں شریک تھے۔ اس کے بعد عاصم رحمان صاحب نے سونے کے آداب بیان کیے۔ آرام کے وقفہ کے بعد نمازِ فجر مسجد الہدیٰ ملک پورہ میں باجماعت ادا کی گئی جس کے بعد ذوالفقار علی صاحب نے اتحادِ اُمت کے موضوع پر درسِ قرآن دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے اتحاد اور قرآن سے تعلق کی مضبوطی کی اہمیت کو واضح کیا۔ 13 رفقاء و احباب اس درس میں شریک ہوئے۔ بعد ازاں محمد ہارون قریشی صاحب نے اجتماعی تجوید کی کلاس لی اور رفقاء سے منتخب نصاب میں سے سورۂ حٰم السجدہ کی آیات سنی گئیں۔ پھر دین و مذہب کے فرق پر مذاکرہ ہوا۔ آخر میں غلام محمد البشر فاروقی صاحب نے ''شیطان کی حقیقت'' کے موضوع پر پُرمغز اور مدلل گفتگو کی' اور سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی یہ سعی و جہد اپنے دربار میں قبول و منظور فرمائے اور اسے ہم سب کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

(مرتب: اسد قیوم)

تنظیم اسلامی دیر اور بی بیوڑ کا مشترکہ دعوتی / شب بسری اجتماع

تنظیم اسلامی دیر و بی بیوڑ کا مشترکہ ایک روزہ دعوتی / شب بسری پروگرام بمقام چلیا تن' بمورخہ 28 جون کو بعد از نمازِ عصر شروع ہوا۔ جس میں دیر سے 5 رفقاء اور بی بیوڑ سے 6 رفقاء نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز بعد نمازِ عصر شروع ہوا۔ جناب ممتاز بخت صاحب نے فرائض دینی پر مختصر مگر جامع خطاب فرمایا۔ جس میں قریباً 10 سے 15 احباب شریک رہے۔ دوسری نشست میں بعد نمازِ مغرب موصوف نے منہج انقلاب نبویؐ پر مفصل خطاب فرمایا جس میں 25 افراد شریک رہے۔ بعد نمازِ عشاء درس حدیث کی نشست تھی۔ جناب ممتاز بخت صاحب نے درس دیا۔ 30 افراد شریک رہے۔ عشائیہ کے بعد مشاورتی پروگرام رکھا گیا۔ جس میں آئندہ ایک روزہ دعوتی / شب بسری اجتماع کے انعقاد کا مشورہ ہوا۔

دوسرے دن صبح نمازِ فجر کے بعد درس قرآن تھا۔ جناب عالم زیب صاحب نے سورۃ العصر کا درس دیا۔ جس میں قریباً 15 افراد شریک رہے۔ اس کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: سعید اللہ خان' دیر)

تنظیم اسلامی ضلع بہاولپور کا ماہانہ تنظیمی و تربیتی اجتماع

29 مئی بروز اتوار تنظیم اسلامی ضلع بہاولپور کا ماہانہ تنظیمی و تربیتی اجتماع مرکز تنظیم اسلامی مدینہ ٹاؤن بہاولپور میں منعقد ہوا۔ حسب معمول امیر حلقہ جناب محمد منیر احمد اس پروگرام کے لیے ہارون آباد سے تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ہارون آباد کے نقیب اعلیٰ جناب محمد رضوان عزمی صاحب بھی تھے۔ پروگرام پونے چار بجے شروع ہوا۔ راقم نے تمہیدی گفتگو کے بعد امیر حلقہ جناب محمد منیر احمد صاحب کو دعوت دی' انہوں نے منتخب نصاب نمبر 2 کے درس نمبر 9 سورۂ آل عمران کی آیات 102 تا 104 اور سورہ توبہ کی آیات 111' 112 اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں خطاب فرمایا۔

یہ خطاب تقریباً ایک گھنٹہ بیس منٹ پر مشتمل تھا۔ سامعین نے انتہائی دلچسپی سے خطاب سنا۔ اس کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔ پروگرام میں نئے آنے والے لوگوں سے تعارف ہوا۔ وقفہ کے بعد جناب رضوان عزمی صاحب نے ''تنظیمی فکر'' پر مذاکرہ کروایا جو انتہائی دلچسپ رہا۔ پھر راقم نے نبی اکرم ﷺ کا ایک فرمان بیان کیا۔ جس میں جہاد کی ترغیب دی گئی ہے۔ آخر میں امیر حلقہ نے چند تنظیمی امور اور آنے والی تنظیمی سرگرمیوں سے رفقاء کو آگاہ کیا۔ تمام رفقاء کو ان میں حصہ لینے کی بھرپور تاکید کی۔ اس کے ساتھ ہی پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

(رپورٹ: ناظم مرکز تنظیم بہاولپور)

امیر حلقہ بالائی سندھ کا دورۂ تنظیم اسلامی صادق آباد

22 مئی بروز اتوار 2005ء پروگرام کے مطابق امیر حلقہ جناب غلام محمد سومرو صاحب اور راقم صبح ساڑھے آٹھ بجے دہاڑی ایکسپریس سے صادق آباد کے لیے روانہ ہوگئے۔ دورے کی پیشگی اطلاع مقامی امیر کو پہلے ہی دی جا چکی تھی۔

تقریباً صبح سوا گیارہ بجے صادق آباد اسٹیشن پہنچے تو مہمانوں کے استقبال کے لیے جناب سجاد منصور صاحب (مقامی امیر صادق آباد) اور مقامی رفقاء اسٹیشن پر پہلے سے موجود تھے۔

امیر حلقہ نے مقامی تنظیم صادق آباد کے امیر جناب سجاد منصور صاحب سے تنظیم کے حوالے سے درپیش مسائل معلوم کیے۔ جس میں دعوتی و تنظیمی کام کو آگے بڑھانا اور معاشی معاملات پر گفتگو آئے۔

امیر حلقہ نے تجویز دی کہ تنظیم کے دعوتی کام کو وسیع بنیادوں پر علاقہ میں پھیلایا جائے تاکہ صادق آباد کے قریب بڑے شہر رحیم یار خان اور خانپور میں محنت کر کے ایسے رفقاء تیار کیے جائیں جہاں کم از کم مقامی نظم قائم کر کے اس کی بنیاد ڈالی جا سکے۔ مقامی امیر نے عزم کیا کہ ان شاءاللہ اس کام کو آگے بڑھایا جائے گا تاکہ علاقہ کے لوگوں تک تنظیم اسلامی کی دعوت پہنچ سکے۔ اس سے قبل امیر حلقہ نے فرائض دینی کے جامع تصور پر مختصراً مگر جامع انداز میں خطاب فرمایا۔ انہوں نے قرآن مجید کی مختلف آیات کے حوالے سے دینی فرائض کو کھول کر سمجھایا۔

دعا کے ساتھ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ پروگرام میں 15 رفقاء نے شرکت فرمائی۔

(رپورٹ: نصر اللہ انصاری' سکھر)

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب غربی کا دو روزہ دعوتی پروگرام

یہ دو روزہ پروگرام سرگودھا شہر میں منعقد ہوا۔ اس دو روزہ کے دوران ہونے والے پروگراموں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

تاریخ	وقت	مقام	مقرر	تعداد سامعین
8-5-2005	بعد عصر	مسجد الخدمت فاؤنڈیشن	ملک احسان الٰہی	35
8-5-2005	بعد عصر	مسجد نور کوٹ فرید	ملک نور خان	50
8-5-2005	بعد عصر	مسجد النور نیو سیٹلائیٹ ٹاؤن	ملک احسان الٰہی	40
8-5-2005	بعد مغرب	مسجد النور نیو سیٹلائیٹ ٹاؤن	ملک احسان الٰہی	60
8-5-2005	بعد مغرب	مسجد جامع القرآن (مقامی مرکز)	ملک نور خان	25
8-5-2005	بعد عشاء	مسجد النور نیو سیٹلائیٹ ٹاؤن	ملک احسان الٰہی	40
9-5-2005	بعد فجر	مسجد جامع القرآن (مقامی مرکز)	ملک نور خان	20
9-5-2005	بعد ظہر	مسجد جامع القرآن (مقامی مرکز)	ملک نور خان	15
9-5-2005	بعد عصر	مسجد جامع القرآن (مقامی مرکز)	ملک نور خان	15
9-5-2005	بعد عصر	مسجد نور کوٹ فرید	ملک احسان الٰہی	30
9-5-2005	بعد مغرب	مسجد جامع القرآن	ملک نور خان	25
9-5-2005	بعد مغرب	جامعہ معین الاسلام بلاک 32	ملک احسان الٰہی	40
9-5-2005	بعد مغرب	گورنمنٹ اقبال ہائی سکول	ملک احسان الٰہی	10

علاوہ ازیں قریباً 50 افراد سے انفرادی ملاقاتیں کیں۔ ایک ہزار تعارفی پمفلٹ اور ہینڈ بل تقسیم کیے گئے۔

(مرتب: مہر اللہ یار' معتمد تنظیم اسلامی سرگودھا)

مرکزی شعبہ دعوت کا سہ روزہ دعوتی وتربیتی پروگرام

یہ پروگرام رفیقِ تنظیم عبیدارشد کی خواہش پر پیرمحل میں ہوا۔اُن کے استادِ محترم جناب قاری منظور احمد کی یقین دہانی پر کہ اُن کا بھر پور تعاون اس دینی پروگرام کی کامیابی کے لیے رہے گا۔

25 مئی 2005ء

ناظم دعوت محترم رحمت اللہ بٹر اور نائب ناظم جناب محمد اشرف وصی اور راقم الحروف لاہور سے'ٹوبہ سے چار رفقاء' گوجرہ سے دو اور جھنگ سے ایک صبح تقریباً نو بجے جامعہ مسجد صدیقیہ سبزی منڈی پیرمحل پہنچ گئے۔ جہاں فوری طور پر افتتاحی نشست کا آغاز راقم کی گفتگو سے شروع ہوا ہی تھا کہ مسجد کی انتظامیہ نے پروگرام کرنے سے منع کر دیا۔ پروگرام کی پبلسٹی پورے شہر میں اشتہار اور بینرز کے ذریعہ ہوئی تھی اب عبیدارشد نے متبادل جگہ کا بندوبست کر دیا۔اور درجہ ذیل طے شدہ عنوانات پر بالحمدللہ پروگرام ہوئے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مطالبات

☆ اُمت مسلمہ کی ذمہ داریاں

☆ رسول ﷺ کا طریق انقلاب

۲۔ گورنمنٹ کالج پیرمحل محترم رحمت اللہ بٹر نے خطاب فرمایا' 30-35 کی حاضری رہی۔

۳۔ گورنمنٹ ہائی سکول پیرمحل کے اسٹاف سے خطاب فرمایا' 40 تک کی حاضری رہی۔

۴۔ جامع مسجد اہلحدیث پر بعد عصر سورۂ فاتحہ پر راقم نے اجمالی گفتگو کی

۵۔ بعد نماز عصر جامع مسجد حارث آباد میں رفیق تنظیم جناب منظور احمد کی محنت شاقہ سے بٹر صاحب کا ''عبادت رب'' کے موضوع پر خطاب ہوا۔اور آخر میں کھانے سے شرکاء کی تواضع کی گئی بعد نماز عشاء متبادل جگہ پر بٹر صاحب نے بندوں سے اللہ تعالیٰ کا مطالبہ پر ایمان افروز' فکر انگیز خطاب کیا۔جس میں قاری منظور احمد اپنے طلباء کے ساتھ تشریف لائے۔اور انہوں نے اپنی مجبوری اور معذرت بیان فرمائی۔اختتام پر اُن کی اور شرکا کی کھانے سے تواضع کی گئی اور لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

25 مئی 2005ء

فجر کے بعد باوجود کوشش کوئی درس نہ ہو سکا۔البتہ پہلے دن کی طرح صبح 9 بجے نائب ناظم دعوت جناب محمد اشرف وصی نے فرائض دینی کے جامع تصور کو اپنے مخصوص انداز سے اور نہایت محنت سے رفقاء وشرکاء کے دل ودماغ پر نقش کیا۔ بعد نماز عصر مسجد اہلحدیث میں بٹر صاحب نے ایمان افروز فکری خطاب فرمایا۔اس کے علاوہ عصر تا عشاء انفرادی دعوت اور ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ جناب عبیدارشد نے راقم کے ساتھ شہر کی معروف شخصیت اور ڈاکٹرز سے ملاقاتیں کرائیں' اُن کو بعد عشاء کے درس میں شرکت کی دعوت دی۔ بعد عشاء محترم بٹر صاحب کا بھرپور خطاب سچا اُمتی کون؟ کے عنوان سے ہوا۔آخر میں لٹریچر تقسیم ہوا۔اور اجتماعی دعا کے بعد محترم سعید ارشد' عبیدارشد' رحیل ارشد نے رہائش پر تمام شریک رفقاء کو کھانا کھلایا۔جس کے اختتام پر انہوں نے یہ عزم کیا کہ ہم رجوع الی القرآن کے پروگراموں کے لیے اپنی خود مختار جگہ بنائیں گے' اور مقامی علماء کرام کے عدم تعاون پر اظہار افسوس کیا' جبکہ ہماری دعوت فرقہ واریت سے پاک ہے۔ آخر میں جناب بٹر صاحب نے ان میزبانوں کا قلبی دعاؤں کے ساتھ تہہ دل سے شکریہ ادا کیا جنہوں نے پورے خلوص اور حوصلہ کے ساتھ پروگرام کو کامیاب کرنے میں مثالی کردار ادا کر کے اپنی دینی حمیت کا ثبوت دیا۔

27 مئی 2005ء

پیدا شدہ حالات کے پیشِ نظر پروگرام پانچ روزہ کی بجائے سہ روزہ ہو سکا۔

دو روزہ پیرمحل اور ایک روزہ ٹوبہ ٹیک سنگھ لگا۔ جہاں کے لیے یہ قافلہ صبح چھ بجے پیرمحل سے ٹوبہ روانہ ہو گیا۔مختصر استراحت کے بعد جناب وصی صاحب نے تربیت کا فکری پروگرام شروع کر دیا جو گیارہ بجے تک جاری رہا۔اُس کے بعد

جامع مسجد واپڈا میں جناب رحمت اللہ بٹر صاحب'

جامع مسجد قاسمیہ حسنین کالونی میں جناب مختار حسین فاروقی صاحب تنظیم اسلامی امیر حلقہ پنجاب وسطی اور جامع مسجد چک ج/392 چوٹالہ میں جناب محمد اشرف وصی صاحب نے خطاب کیا۔ بعد مغرب جناب رحمت اللہ بٹر کا بمقام گریس ہوٹل ہرحانہ روڈ ٹوبہ میں بھرپور اختتامی خطاب ہوا۔ حوصلہ افزا حاضری رہی۔

(رپورٹ: محمد بن عبدالرشید رحمانی)

three decades of the end of communism.

Abid Ullah Jan is the author of "A War on Islam?" and "The End of Democracy."

Notes

[1] Abid Ullah Jan, "21st Century Jews," ICSSA, January 07, 2004 http://icssa.org/21s_century_Jews.htm

[2]See:http://icssa.org/themeswaronislam.htm

[3] Joey Picador, "Holocaust Survivor Leaving US - Sees What's Coming," Justice For None.com, May 27, 2005. URL: http://rense.com/general65/surviv.htm

[4] Read General Musharraf statement about Khilafah in the question answer session with BBC. "Islam and the West: Musharraf answers your questions," Thursday, 11 September, 2003, 13:23 GMT 14:23 UK URL: http://news.bbc.co.uk/2/hi/talking_point/3091490.stm

[5] Al-Jazeera report, "Doctor: Uzbek protest toll about 500," Sunday 15 May 2005, 17:21 Makka Time, 14:21 GMT

[6] David Ignatius, "Achieving Real Victory Could Take Decades," the Washington Post, December 26, 2004, page B01.

[7] See Bernard Lewis, "Roots of Muslim Rage," Atlantic Monthly, September 1990, pp. 47-60; and Samuel P. Huntington, "The Clash of Civilizations?" Foreign Affairs, vol. 72 (summer 1993), pp. 22-49.

[8] See: Abid Ullah Jan, "War of Ideas: America's Waterloo."
http://usa.mediamonitors.net/headlines/the_war_of_ideas_americas_waterloo

رفقاء متوجہ ہوں

مبتدی رفقاء کے لیے

خصوصی ہفت روزہ تربیت گاہ

بمقام: جامع مسجد بیر پانی' باغ (آزاد کشمیر)

آغاز: 8 جولائی بروز جمعۃ المبارک صبح دس بجے' اور

اختتام: 14 جولائی بروز جمعرات نماز ظہر پر ہوگا۔**ان شاء اللہ**

نوٹ

i) اسلام آباد یا راولپنڈی سے ضلع باغ کے لیے ویگن پر سوار ہوں۔باغ سے بیر پانی کے لیے ویگن بسہولت مل جاتی ہے۔

ii) قدرے سرد موسم کے پیش نظر رفقاء اپنے بستر میں گرم چادر یا کمبل شامل کرنا نہ بھولیں!

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت' تنظیم اسلامی

that in the process they are digging a hole for themselves and making the dream of Muslims self-rule closer to reality.

The unremitting assiduity with which this lobby works is one of the major factors that revived the status, the need and the power of a single, alternative Islamic entity in the Muslim mind — a mind that had even stopped dreaming about such a possibility.[4]

All energies of the war lords are now focused on not allowing Muslims to live by Islam. Holding Muslims from establishing Khilafah is now the best justification for invading sovereign states, supporting dictators, running concentration camps and butchering hundreds and thousands of civilians without any fear of accountability.

Read opinion pieces in the New York Times and other US "mainstream" newspapers and you will see that all this is being done under the cover of a war on "jihadists" who want to establish Khilafah.

To justify his recent slaughter, dictator Karimov instantly alleged the dead with the same, most heinous crime of the 21st century. He said: "Their aim [wa]s to unite the Muslims and establish a caliphate."[5] No one dares ask: what is wrong with that?

With this justification, Karimov tried to be on the same wavelength with the US General Abizaid, who earlier declared Muslims working for self-determination as "the most despicable enemy... who use 21st century-technology to spread their vision of a 7th-century paradise [and] try to re-create what they imagine was the pure and perfect Islamic government of the era of the prophet Muhammad."[6]

Many of us who still claim that this is not a war on Islam, must note that initially attempts were made to blame some Muslims for committing the crime of "political Islam." They were stigmatized as "Islamists" and "jihadists."

Lately, all Muslims are told in their face that the war lords' problem is the Qur'an and the Muslims' considering Prophet Mohammed PBUH as a role model. For example, read Lawrence Auster in Front Page Magazine, January 28, 2005 and Sam Harris in Washington Times, December 2, 2004 for who these are the real W.M.D.

These revealing statements of objective are mobilizing Muslims and non-Muslims alike to struggle for justice and truth. Those who have realized the extent of the US war on Muslims' way of life know that living by Islam is neither "reappropriation of the past," nor the "invention of tradition," not even the "instrumentalization of Islam." The life and times of Mohammed PBUH is not a "mythical golden age" either.

Mohammed PBUH actually presented a perfect model of living by Islam. Anyone who claims to be a Muslim has to follow that model whereas the war lords now want Muslims to declare this basic requirement of their faith redundant.

If one has to fight and die shoulder to shoulder with the American GIs to prove that he is with George Bush, how can mere claims of Islam make someone a Muslim if he doesn't live by the Qur'an and the Sunnah?

As a result of the war on Islam's way of life, the so-called modern state system — including pure or democratic dictatorship or kingdoms or sheikhdoms — feels threatened of Islam for the obvious reason that Islam has no place for imposed dictatorships, secular bulwarkism, or the exploitative capitalist system.

Common Muslim in the street is not scared of Islam; not even about the much hyped "specter" of Shari'ah, because its most dreaded laws do not apply until a just socio-political and economic order is in place. Shari'ah laws are just a fraction of the encompassing way of life of Islam. These, in fact, subserve the system of social justice of Islam.

It is easy for Islamophobes to blame everything on madrassas, "Wahabist ideas" and "Saudi petrodollars for mosques." However, it is difficult for them to see that the strong resistance to their ideological onslaught is put by those who are educated from the Western institutions and have seen the horrible face of democracy, secularism and capitalism.

It is not the restoration of dignity that strikes a sympathetic chord among the large majority of Muslims who cannot be characterized as "jihadists." It is, in fact, the failure of the man made systems and the exposed hypocrisy of democracy and human rights, and the hallow claims of liberation. All this is pushing the Muslim world to become a single bloc and live by the long neglected standards for justice and peace.

It resonates with Muslims of all social and economic strata because of the injustices that they continue to suffer at the hands of never ending colonialism and the never-to-satiate capitalist institutions — not to speak of the surrogates imposed on them.

It is not just the sense of powerlessness or a disillusionment with American foreign policy in the context of Muslim humiliations that makes resistance to external domination come alive in the Muslim imagination. It is the gradual realization that the blind following of alien ideologies, based on petty human rationality, are the source of injustice and oppression across the world.

While the threat from political Islam to the West has been accentuated and its antagonistic image reinforced by the Islamophobes open calls for a war on Islam after 9/11, Western perceptions of this threat predate the events of 2001. Influential Western analysts, such as Bernard Lewis and Samuel Huntington, were writing about the "roots of Muslim rage" and the "clash of civilizations" long before the staged 9/11 attacks.[7] After the Soviet Union's demise, the New York Times blared a full-page headline on January 21, 1996: "The Red Menace is Gone, but Here's Islam."

So, it is the Islamo-phobic fascists' propagated morbid dread of Islam that is making Khilafah inevitable. American and the allied governments are reacting to Islam, just the way Soviet Union used to react to democracy. Internal repression of dissent and the inhuman treatment of Muslims have crossed the limits of communists' treatment of dissenting voices. At least the Soviets didn't establish concentration camps for democracy and capitalism loving on most continents in the world out of fear of an alternative ideology.

The emergence of Khilafah has become inevitable. The US and its allies would only hasten it with further actions like the one they took to eliminate the Taliban. The years long propaganda before invasion and occupation of Afghanistan was out of the fear of the emergence of a true Islamic State.

The more the lies of the corporate terrorists are exposed and the more the world see the real face of democratic-fascists, the more Muslims would win their argument in the war of ideas, which is fast becoming America's waterloo.[8]

The time for the monopoly of the nation state system and moribund democracy is fast approaching. The future generations would find it quite interesting to read about the euphoric but ephemeral tall claims of "the end of history" followed by the end of democracy within less than

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No. 23

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeemorg)

The Coming Exodus and the End of Nation States

The hardest thing in analyzing current affairs is making any kind of prediction. However, even harder is keeping silent and ignoring instincts as well as all that one sees with both eyes and the available senses.

The unfolding events and evolving environment in the US and its allied states forces one to see three major historic events in the making: the holocaust of Muslims, the subsequent mass exodus of the survivors towards Muslim majority areas and the end of the nation state system as we know it.

Until recently, Khilafah, an alternative form of governance to democracy and modern state system was considered not more than merely a dream of a few crazy Muslims.

Note by Dr. Amir Ali: In an Islamic system there are no nation states but one Muslim state ruled by an Amir (president) or Khalifah. Nation-states is the creation of European paganism; Europeans divided themselves into nation states and fought over boundaries and other self created issues for over two thousand years killing millions. During colonialism they divided Muslim lands into nation-states imposing their own paganism of nationalism and patriotism. For example, Bilad ash-Shaam included Syria, Lebanon, Palestine, Jordan and some surrounding lands of Iraq and Saudi Arabia. It was a single province under all Islamic governments and before them, under the Romans, Greeks and Babylonians. When Muslims travel from one country to another they do not feel like foreigners but they are within their own country and they have a right to defend their brethren. Muslims do not recognize pagan borders created by the European pagans.

Muslims have a right to live anywhere they like on God's earth. Muslims living in the should not feel that they have to leave the West and migrate to Muslim majority countries. Their migration would mean the success of the Zionists. Zionist led terror against the Muslims in the West is designed for the Muslims to leave the West so that the racist State of Israel has no competition and would continue to extract tens of billions of dollars and arms annually from the West to fulfill their dream of ruling over the entire Muslim world if not the whole world. Zionists are leading and catalyzing the process of bringing inquisition against the Muslims in the 21st century. Muslims in the West should not let the Zionists win. In our time former victims, the Jews, have become victimizers of the Muslims. Muslims need to work with patience-perseverance (Sabr) and vision and work hard to change the public opinion of the people about Islam and get them out of Islamophobia.

Please note highlighted quote of Islamophobe Arabic speaking Gen. Abi Zaid.

In a short span of less than four years, however, both Muslim and non-Muslim majority worlds have turned upside down to make Muslims realize that turning the "crazy" Muslims' dream into reality is now just a matter of time.

On the other hand, the world of the US and its allies has turned upside down only to unknowingly pave the way for realization of the same dream.

The process has already cost the US and its allies a lot in material and non-material terms. Results of their recent policies, which are making lives of Muslims miserable, would ultimately pale by comparison to what Hitler has done to Jews.[1]

In the environment that goes from bad to worse for Muslims, it seems as if it were not the alleged 19 (some of whom are still alive) but 1.4 billion Muslim hijackers who attacked the US on September 11, 2001.

Muslims are under the microscope as well as on the top of every agenda. The focus of immigration, education, employment, refugees, customs, security and almost all conceivable forms of policies in the US and its allied states is on Muslims alone.

Whether permanent residents, citizen, students, refugees or visitors, all Muslims are treated alike: unwelcome visitants and guilty until proven innocent.

The increasingly getting fascist mindset of the war lords in media, religion, politics, administration and academia is gradually trickling down to the street level, where churches are displaying signs, reading: "Koran needs to be flushed" and "you must remember Islam is the enemy."[2]

There are absolutely no signs of improvement. Muslims are holding their breath and hoping for a break in the cycle of hatred that is being generated at all levels against them, their religion and their way of life.

Even government officials in the allied states proudly claim that they and the US are one. Muslim holocaust will become a reality when the negative trends touch their climax. Already, killing the Muslims who want to live by Islam has become a noble act of the present age.

Non-Muslims too have started feeling the heat: particularly those with an experience of the earlier holocaust. The first willing drop of the rain of exodus happen to be a Jew — a holocaust survivor, who smelled the coming holocaust in the US and decided to leave before it gets worse.[3]

As the situation worsens for Muslims in the US and its allied states, nation states boundaries would become meaningless. Holocaust and exodus of Muslims would be taking place simultaneously with disappearance of state boundaries for all except Muslims. Even today, the borders and border related policies have been reduced to filtering and profiling Muslims and Muslims alone.

Similarly, against the tyranny unleashed in Iraq and Afghanistan, borders have become meaningless for the resisting forces as well.

The dissolving borders phenomenon will go hand in hand with the dissolution of nation state system as we know it and the concept of much vaunted democracy.

To find the forces responsible for the end of democracy, one needs to have a look at the most powerful pro-war and anti-Islam lobby in the US. This lobby used to complain that terrorism is "simply a technique" and it is inappropriate to call their war a "war on terrorism." Their determination has paid off.

After achieving the initial milestones, the war lords in the US now feel no hesitation in defining their objective as it is: elimination of Islam. The allied tyrannical regimes are also taking full advantage of the war lords' fanatical pursuit to eliminate Islam, not knowing